قاضی اطہر مبارک پوری

امام یحییٰ بن آدم قرشیؒ اور اُن کی کتاب الخراج

اموی دورِ خلافت تک اسلامی اقتصادیات و مالیات پر کسی مستقل تصنیف کا پتا نہیں چلتا۔ اس دور میں غنیمت، خراج، عُشر، جزیہ وغیرہ کے بارے میں بوقت ضرورت زبانی اور تحریری استفتا اور فتاوے سے کام لیا جاتا تھا۔ ہر خلیفہ اور امیر کے یہاں علما و فقہا کی ایک جماعت رہا کرتی تھی، جو ہر قسم کے حوادث و نوازل اور مسائل میں دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی تھی، اور عامۃ المسلمین دینی و علمی حلقوں اور مجلسوں کے ذریعے اس قسم کی دینی ضرورت پوری کرتے تھے۔

یہاں تک کہ عباسی دورِ خلافت میں دوسری صدی کے نصف میں دینی علوم و فنون کی تدوین و تالیف کا سلسلہ فقہی ترتیب پر شروع ہوا، اور پورے عالمِ اسلام میں مختلف کُتب و ابواب کے ذیل میں متعلقہ مسائل بیان ہونے لگے۔ چنانچہ سیر و مغازی اور احادیث کی کتابوں میں اسلامی محاصل و مصارف کے خاص موضوع سے متعلق احادیث و آثار اور اقوال و آرا جمع کیے گئے۔

ہمارے علم میں اسلامی جہاد کے مسائل اور اسلامی مالیات پر سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ اور تلامیذ التلامذہ نے کتاب السیر اور کتاب الخراج کے نام سے مستقل کتابیں تصنیف کیں، اور اس موضوع سے متعلق امام صاحب نے جن احادیث و آثار کا اپنے حلقۂ درس میں املا کرایا تھا، شاگردوں نے ان کو کتابی شکل میں جمع کیا، جو ان کی طرف منسوب ہوئیں۔

امام محمد بن حسنؒ نے کتاب السیر الصغیر اور کتاب السیر الکبیر لکھی، امام ابویوسفؒ نے کتاب الخراج تصنیف کی اور اسی حلقے کے امام ابوبکر احمد بن عمرو خصّافؒ نے بھی کتاب الخراج لکھی۔ یہ کتابیں درحقیقت امام ابوحنیفہؒ کی درس گاہ کے فیوض و برکات ہیں، جن میں جہاد کے

کے مسائل و معاملات کے ساتھ مالیات سے متعلق جملہ معلومات درج ہیں۔

پانچویں عباسی خلیفہ اور اپنے زمانے میں دُنیا کے سب سے بڑے حکمران ہارون رشید (۱۷۰ھ، ۱۹۳ھ) نے اپنے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) سے خواہش و فرمائش کی کہ وہ اس موضوع پر مستقل کتاب لکھیں، چنانچہ قاضی ممدوح نے کتاب الخراج لکھی، جس میں غنائم، صفایا، سبایا، عطایا، خراج، جزیہ، عشر، فئے، زکوٰۃ، صدقات، قطائع، وظائف، معادن، رکاز، وغیرہ سے متعلق جملہ مسائل اور اسلامی محاصل و مخارج، ان کے مقادیر و مصاریف نہایت تفصیل سے بیان کیے۔ نیز ذمیوں، مُعاہدوں اور حربیوں سے متعلق اسلامی احکام و قوانین پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی۔ اس نام میں اتنی جامعیت و جاذبیت تھی کہ اس کے بعد کئی علما نے اسی نام سے مستقل کتابیں لکھیں۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف رح کے بعد امام یحییٰ ابن آدم قرشی (متوفی ۲۰۳ھ) نے "کتاب الخراج" تصنیف کی جو نسبتاً مختصر اور زیادہ تر فقہی اقوال و آرا پر مشتمل ہے، الحمد للہ یہ دونوں کتابیں دست بُرد زمانہ سے محفوظ رہ کر ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے بعد امام ابوبکر احمد بن عمرو الخصّاف (متوفی ۲۶۱ھ) نے خلیفہ مہدی عباسی (۲۵۵ھ، ۲۵۶ھ) کے لیے کتاب الخراج لکھی۔ خصّاف امام ابو حنیفہ کے تلمیذ التلامذہ اور مہدی کے مقربین میں سے تھے۔ قتل مہدی کے موقع پر ان کا گھر بھی لوٹا گیا جس میں ان کی کتابیں ضائع ہو گئیں۔ اس دور کی تیسری کتاب الخراج امام ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری (متوفی ۲۷۰ھ) کی ہے۔ نیز اسی دور میں قدامہ بن جعفر بغدادی رح نے کتاب الخراج وصنعۃ الکتابہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا جُغرافیائی حصّہ لائڈن میں چھپا ہے۔ یہ پہلے نصرانی تھا، خلیفہ مکتفی عباسی (۲۸۹ھ، ۲۹۵ھ) کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر محکمۂ انشا میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوا۔

اسی زمانے میں امام ابو عبید قاسم بن سلّام (متوفی ۲۲۴ھ) نے اسی موضوع پر کتاب الاموال کے نام سے نہایت اہم اور مفصل کتاب لکھی، جس کے بارے میں امام ذہبی رح اور حافظ ابن حجر رح کی یہ رائے بالکل بجا اور برحق ہے، "کتاب الاموال من احسن ما صُنّف فی الفقہ واجودہ۔" [۱]

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۱۶

اس وقت ہم امام یحییٰ بن آدم قرشیؒ اور ان کی کتاب الخراج کے بارے میں معلومات پیش کر رہے ہیں۔

نام و نسب

ابوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاحول، قرشی، مخزومی، اموی، کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب عام طور سے ان کے دادا سلیمان تک ملتا ہے۔ ان کی کتاب الخراج میں جگہ جگہ "قال یحییٰ بن آدم بن سلیمان" ہی ہے۔ ان کے احول ہونے کی تصریح امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں، خزرجیؒ نے خلاصۃ تذہیب الکمال میں اور ابن عمادؒ نے شذرات الذہب میں کی ہے ۵۲

چونکہ ان کے خاندان کو آلِ ابی معیط اموی قرشی سے ولاء کی نسبت ہے، اس لیے ان کی نسبت قرشی، اموی اور مخزومی ہے، مگر قرشی کی نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔ ابن سعدؒ نے ان کو مولیٰ خالد بن خالد بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط، اور ابنِ قتیبہؒ نے مولیٰ خالد بن عمارہ بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط، امام بخاریؒ نے مولیٰ خالد بن خالد، ابن ابی حاتمؒ نے مولیٰ خالد بن خالد بن عقبہ بن ابی معیط، ابنِ ندیمؒ نے مولیٰ عقبہ بن ابی معیط، خلیفہ بن خیاطؒ اور ابنِ حجرؒ نے مولیٰ آل ابی معیط بتایا ہے، ۵۳

عقبہ بن ابی معیط ابان بن عمرو بن اُمیّہ بن عبد شمس سردارانِ قریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا بدترین دشمن تھا، غزوۂ بدر میں مارا گیا، بعد میں اس کی اولاد نے اسلام میں بڑی ترقی و ناموری پائی۔

۱۔ ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے امیر تھے، جہاں ان کا شاندار محل دار القصّارین کے نام سے مشہور تھا۔ ان کا مستقل قیام رَقّہ میں تھا جہاں ان کی اولاد پھولی پھلی۔ عثمان بن ولید آرمینیہ کے امیر تھے اور ابوقطیفہ عمرو بن ولید شاعر تھے۔

۲۔ عمارہ بن عقبہ کی اولاد میں مدرک بن عمارہ بڑی قدر و منزلت کے آدمی تھے۔ کوفے میں ان

---

۵۲ تذکرۃ الحفاظ ج ۱۔ ص ۳۲۸، خلاصۃ تذہیب الکمال، ص ۳۶۱، شذرات الذہب ج ۲، ص ۹

۵۳ طبقات ابن سعد ج ۶، ص ۴۰۲، المعارف ص ۲۵۵، تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲، ص ۲۶۲، الجرح و التعدیل ج ۴ قسم ۲، ص ۱۲۹، فہرست ابنِ ندیم ص ۳۱۷، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۲، ص ۶۶۷، تہذیب التہذیب ج ۱۱، ص ۱۷۵۔

کی چکی تھی جو رحی عمارہ کے نام سے مشہور تھی ۔

۳ ۔ خالد بن عقبہ کی اولاد کو مقام جزیرہ میں خوب عروج ہوا ، اور عبدالعزیز بن خالد کی اولاد نے اندلس میں دینی و دنیاوی شہرت حاصل کی ۔

۴ ۔ ہشام بن عقبہ کے پوتے ہشام بن معاویہ بن ہشام طائف کے امیر تھے ۔ اور پڑ پوتے ولید بن ہشام خلیفہ ولید کے دور میں صیفی لشکر کے امیر تھے ۔[۴]

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ ابن آدم کے خاندان کو عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط سے نسبت ولاء تھی ۔ وہ مستقل طور سے کوفے میں رہے ، جب کہ ولید بن عقبہ رقہ میں ، خالد بن عقبہ جزیرہ میں اور ہشام بن عقبہ طائف میں رہے ۔ اور یحییٰ بن آدم کا آبائی مکان کوفے میں عمارہ بن عقبہ کے جوار میں رہا ہوگا ۔ وہ قریشی النسب نہیں ہیں بلکہ قریشی الولاء ہیں ۔ یہ معلوم نہیں کہ اس ولاء کی نوعیت کیا تھی ۔

آدم بن سلیمان قرشیؒ

یحییٰ ابن آدم کے آبا و اجداد میں صرف ان کے والد آدم بن سلیمان قرشی مولیٰ خالد بن خالد کا حال معلوم ہو سکا ہے ۔ وہ اپنے وقت میں کوفے کے مشاہیر علما و محدثین میں سے تھے ، اَجلّہ تابعین سے صحبت و تلمذ کا شرف رکھتے تھے ، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر اور حضرت سعید بن یحییٰ اور حضرت عطا ابن ابی رباحؒ جیسے اساطین دین و امت سے حدیث کی روایت کی ہے ۔ ان کے شاگردوں میں سفیان ثوریؒ ، شعبہ بن حجاجؒ ، اسرائیل بن یونسؒ ، اور یونس بن ابو اسحاق سبیعیؒ جیسے ائمہ حدیث ہیں ، نہایت ثقہ و صالح محدث تھے ۔[۵]

صحیح مسلم کتاب الایمان میں ان کی ایک حدیث سفیان ثوری سے یوں مروی ہے ۔ آدم بن سلیمان مولیٰ خالد نے سعید بن جُبیر سے ، اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِن تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہِ اللّٰہُ ، تو اس سے

---

[۴] جمھرۃ انساب العرب ص ۱۱۴ و ص ۱۱۵ ، فتوح البلدان ص ۲۷۹ و ۲۸۳ ۔

[۵] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۲ ص ۳۹ ، الجرح والتعدیل ج ۱ قسم ۱ ص ۲۶۸ ، تہذیب التہذیب ج ۱ ، ص ۱۹۶ ۔

صحابہؓ کے دل میں خلجان پیدا ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ سَمِعنا و اَطَعنا و سلّمنا کہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان کا القا کیا، اور یہ آیت نازل فرمائی، لا یکلّف اللہُ نفساً الا وُسعھا، لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت ربّنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ کر دیا، رَبّنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ بھی کر دیا۔ ۵۶ اس حدیث کو امام احمدؒ نے مُسند میں یحییٰ بن آدم سے روایت کیا ہے اور ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اسی سے نقل کیا ہے۔ ۵۷

ولادت اور تعلیم و تربیت

یحییٰ بن آدم کی ولادت کوفہ میں ۱۴۰ھ کے حدود میں ہوئی۔ ان کے بچپن کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی تعلیم اور پرورش کی ذمہ داری کس نے سنبھالی، البتہ اتنا معلوم ہے کہ وہ بڑے باپ کے ہونہار بیٹے تھے، گھر کا ماحول دینی اور علمی تھا، کوفہ ائمہ دین اور اجلّہ تابعین و تبع تابعین کا مرکز تھا، ہر طرف دینی اور علمی چرچا تھا، ان کے والد کے تلامذہ اپنے اپنے حلقۂ درس میں تحدیث و روایت میں سرگرم تھے، ظاہر ہے کہ ان حضرات نے اپنے شیخ زادے کی تعلیم و تربیت میں خاص طور سے دلچسپی لی ہوگی۔ یحییٰ بن آدم کے اساتذہ میں سفیان ثوری، یونس بن ابو اسحاق سبیعی اور اسرائیل بن یونس ان کے والد کے تلامذہ میں سے تھے، جن کا حلقۂ درس کوفہ میں قائم تھا، خاص طور سے سفیان ثوریؒ کی شخصیت علم و عمل کے اعتبار سے یحییٰ بن آدم کے لیے بڑی پُرکشش تھی، اسی لیے وہ اپنے زمانے میں سفیان ثانی کہے جاتے تھے۔ وہ سفیان ثوری کے خاتمۃ الاصحاب تو نہیں ہیں، مگر ان سے روایت کرنے والوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔

کسی روایت سے یحییٰ بن آدم کے طلب علم میں کوفہ سے باہر جانے کا ثبوت نہیں ملتا، مگر اس زمانے کے علمی اور دینی ماحول اور رواج و مزاج سے کچھ بعید نہیں، بلکہ عین ممکن ہے کہ انھوں نے اپنے اقران و معاصرین کی طرح علمی و تعلیمی اسفار کیے ہوں۔ اس کا اندازہ ان کے مختلف بلاد و امصار کے

---

۵۶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ تعالیٰ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ۔

۵۷ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۸۔

اساتذہ و شیوخ سے بھی ہوتا ہے، جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔

اُنھوں نے محدثین کے طریقے کے مطابق پہلے قرآن کریم کی تعلیم حفظ و تجوید کے ساتھ حاصل کی، اس وقت ان کی عمر پندرہ اور بیس سال کے درمیان تھی۔ اس کے بعد اپنے زمانے کے مشہور ائمہ حدیث و فقہ سے استفادہ کیا۔

ان کو اپنے چار شیوخ سے خصوصی نسبت کا شرف حاصل تھا۔ امام سفیان ثوری رح متوفی ۱۶۱ھ، امام ابو بکر بن عیاش کوفی رح متوفی ۱۹۴ھ، امام حسن بن صالح بن حیؒ کوفی رح متوفی ۱۶۹ھ، امام شریک بن عبداللہ کوفی رح متوفی ۱۷۷ھ، موخر الذکر دونوں حضرات کی فقہی و اجتہادی بصیرت سے اس قدر فیض یاب ہوئے کہ ان کے خصوصی اصحاب و تلامیذ میں شمار کیے گئے، ہم ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں جس سے یحییٰ بن آدم کے حالات پر روشنی پڑے گی۔

سفیان بن سعید ثوری کوفی رح

سفیان بن سعید ثوری کوفی رح متوفی ۱۶۱ھ یحییٰ بن آدم کے والد کے شاگرد اور ان (یحییٰ) کے حدیث کے پہلے استاد ہیں، کتاب الخراج میں ان سے تقریباً چھیالیس مرویات اور اقوال و آرا درج ہیں۔ اکثر و بیشتر براہِ راست اور بعض عبداللہ ابن مبارک، عبیداللہ اشجعی اور مفضل بن مہلہل وغیرہ کی روایت سے ہیں۔

حدیث میں یحییٰ بن آدم کے پہلے استاد سفیان ثوری رح ہیں۔ ابوبکر بن عیاش کی درس گاہ سے حفظ و تجوید اور تفسیر کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ سفیان ثوری کے حلقۂ درس میں بیٹھنے لگے۔ اس وقت ان کی عمر اس درس گاہ کے طلبہ میں سب سے چھوٹی تھی۔ سفیان ثوری کا انتقال ۱۶۱ھ میں ہوا، یحییٰ بن آدم اس سے پہلے ان کے یہاں آنے جانے لگے تھے، اور ان ہی کی طرح ایک اور کم سن طالب علم اور ابو عامر قبیصہ بن عقبہ سوائی کوفی اسی درس گاہ میں تھے۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے۔

كان يحيىٰ بن آدم عندنا اصغر من سمع سفيان۔

سفیان ثوری سے جن طلبہ نے سماع کیا ان میں ہمارے نزدیک یحییٰ بن آدم سب سے چھوٹے تھے۔

اور خود یحییٰ بن آدم کا بیان ہے۔

قبیصۃ اصغر منّی بسنتین،[۵۸]

قبیصہ مجھ سے دو سال چھوٹے تھے۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ بن آدم نے صغر سنی میں سفیان ثوری سے حدیث کی تعلیم حاصل کی، اور ان کے علم کے یوں وارث ہوئے کہ بقول ابو اسامہ رح سفیان ثوری کے بعد اپنے زمانے میں یحییٰ بن آدم ان کے ہم پلہ مانے جاتے تھے۔

ابوبکر بن عیّاش کوفی رح

ابوبکر بن عیاش، یحییٰ بن آدم کے ابتدائی دور کے استاد ہیں، جن کی وفات یحییٰ بن آدم کی وفات سے نو دس سال پہلے ہوئی۔ ان سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا، جس سے ان کے علم و عمل میں جلا پیدا ہوئی، اور ان سے سب سے زیادہ حدیث کی روایت کی۔ ابن عماد نے لکھا ہے۔

وکان اَروی الناس عن ابی بکر بن عیّاش[۵۹]

یحییٰ بن آدم سب سے زیادہ ابوبکر بن عیاش سے روایت کرنے والے ہیں۔

کتاب الخراج میں ان کی تقریباً چالیس مرویات ہیں۔ ابوبکر بن عیاش اپنے اس شاگرد عزیز کی دلداری و دلجوئی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے تھے، اور اپنی درشت مزاجی اور تند ذہنی کے باوجود ان کے ساتھ نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔

وقت ناوقت طلبہ کی بھیڑ بھاڑ اور درس حدیث کے حقوق و آداب میں بے اعتنائی کی وجہ سے ابوبکر بن عیاش کو سخت غصّہ آتا تھا، اور طلبہ کے ساتھ سختی کا رویہ اختیار کرنے کے معاملے میں مشہور تھے، اور جب ان کی یہ شدت تھوڑی دیر میں محبت میں بدل جاتی تو یحییٰ بن آدم کی طرف متوجہ ہو کر طلبہ سے معذرت کرکے ان کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے

خطیب بغدادی نے شرف اصحاب الحدیث میں حمزہ بن سعید مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے

---

۵۸ تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۴۸۔

۵۹ شذرات الذہب ج ۲، ص ۸

ایک مرتبہ دیکھا کہ ابوبکر بن عیاش نے حلقۂ درس میں یحییٰ ابن آدم کے بازو پہ ہاتھ مار کر ان کو متوجہ کیا اور کہا :

ویلک یا یحییٰ! فی الدنیا قومٌ افضل من اصحاب الحدیث ؟ [۱۰]

یحییٰ! کیا دُنیا میں کوئی جماعت اصحاب حدیث سے بھی افضل اور برتر ہے ؟

دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے ان کو مخاطب کر کے یوں کہا ۔

ماقومٌ "خیرٌ" من اصحاب الحدیث ، إنّ احدھم لیسائلنی عن الحدیث کذا وکذا مرۃً ، ولو شاء لقال : حدثنی ابوبکر بن عیاش ، [۱۱]

اصحاب حدیث یعنی طلبۂ حدیث سے بہتر کوئی جماعت نہیں ہے ، ایک طالب علم حدیث کی روایت کے لیے متعدد بار مجھ سے سوال کرتا ہے ، حالانکہ وہ چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے ۔

ابوعبداللہ حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں ابوبکر بن عیّاش کا یہ قول علی بن خشرم سے یوں نقل کیا ہے :

انّی لارجو ان یکون اصحاب الحدیث خیرالناس یقیم احدھم ببابی وقد کتب عنی ۔ فلوشاء ان یرجع ویقول : حدثنی ابوبکر جمیع حدیثہ فعل ، الّا انھم لایکذبون [۱۲]

میں اُمید رکھتا ہوں کہ اصحاب حدیث بہترین لوگ ہیں ، ان میں سے کوئی شخص میرے دروازے پر قیام کر کے مجھ سے حدیث لکھتا ہے ، حالانکہ وہ چاہے تو بغیر لکھے ہوئے واپس جاکر کہہ سکتا ہے کہ اِن حدیثوں کو ابوبکر نے مجھ سے بیان کیا ہے ، مگر بات یہ ہے کہ وہ لوگ جھوٹ نہیں بولتے ۔

اس سلسلے کا دوسرا واقعہ محمد بن عبدالغفار نے بیان کیا ہے کہ میں احمد بن بدیل کوفی کے حلقۂ درس میں گیا ، اس وقت طلبۂ حدیث ان کو گھیرے ہوئے ان کی سخت مزاجی اور روایت سے شدت انکار

---

۱۰ شرف اصحاب الحدیث ص ۱۳۹ (ترکی)

۱۱ ایضاً ص ۴۷

۱۲ معرفۃ علوم الحدیث ، ص ۳۰

کا شکوہ کر رہے تھے ۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ احمد بن بدیل کی سخت مزاجی کا شکوہ کر رہے ہیں ؟ اگر ابوبکر بن عیاش کا رویہ دیکھتے تو کیا کہتے ؟ اُنھوں نے ماجرا دریافت کیا تو میں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں، ابوکریب اور یحییٰ بن آدم اور دوسرے بہت سے طلبہ ابوبکر بن عیاش کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ہماری جماعت میں کئی اعیان و اشراف اور صاحب حیثیت لوگ بھی تھے ۔

سب نے ابوبکر بن عیاش سے گزارش کی کہ آپ ہم سے درس احادیث بیان کر دیں، ہم ان کو لکھ لیں گے ۔ اُنھوں نے سخت انکار کے لہجے میں کہا کہ میں دو حدیث بھی بیان نہیں کروں گا ۔ اس پر طلبہ نے کہا کہ اچھا دو ہی حدیث بیان کر دیں ۔ اس پر ابوبکر بن عیاش کا پارۂ غضب نقطۂ عروج پر پہنچ گیا اور کہنے لگے کہ میں آدھی حدیث بھی بیان نہیں کروں گا ۔ طلبہ نے کہا کہ آدھی ہی حدیث بیان کر دیں ۔ اب ان کا غصّہ ٹھنڈا ہوا اور کہا کہ تم لوگ سند اور متن حدیث میں سے ایک کو پسند کرو ۔ یہ سُن کر تمام طلبہ یحییٰ بن آدم کی طرف متوجہ ہوئے ، اور سب کی طرف سے اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ حدیث بیان کر دیں، آپ کی ذات ہمارے لیے سند ہے ۔

فقال یحییٰ بن ادم - وکان شیخنا - یا ابابکر انت عندنا اسناد، فهات-

یحییٰ بن آدم نے (جو ہم سب کے محترم تھے) کہا کہ ابوبکر ! آپ ہمارے نزدیک سند ہیں ، حدیث کا متن بیان کر دیں ۔

چنانچہ ابوبکر بن عیاش نے بغیر سند بیان کیے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کہہ کر ایک حدیث بیان کر دی ۔[۱۳ھ]

محدثین کے اصول کے مطابق سند اور متن دونوں کے مجموعے سے حدیث مکمل ہوتی ہے ۔

حسن بن صالح ہمدانی کوفیؒ

حسن بن صالح بن حیؒ ہمدانی کوفیؒ متوفی ۱۶۹ھ یحییٰ بن آدم کے خصوصی شیوخ میں سے ہیں، حتیٰ کہ علما نے ان کو اصحاب الحسن کے زمرے میں شمار کیا ہے ۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے ۔ یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں ساٹھ سے زائد مسائل میں ان کے مرویات اور اقوال و آرا درج کیے ہیں ، جن میں

۱۳ھ شرف اصحاب الحدیث ۔ ص: ۱۳۸ ۔

سے اکثر سوال وجواب کی شکل میں ہیں، بلکہ کتاب کی ابتدا ہی ان کے قول سے یوں کی ہے :

یحییٰ بن آدم بن سلیمان القرشی قال : حدثنا الحسن بن صالح قال : سمعنا ان الغنیمۃ ما غلب علیہ المسلمون بالقتال حتی یاخذوہ عنوۃً ، وان الفیٔ ما صولحوا علیہ یقول: من الجزیۃ والخراج ، قال الحسن بن صالح : واما ما ھرب اھلہ وترکوہ من غیر قتال ، فھذا کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما لم یوجف علیہ المسلمون بخیل ولا رکاب ، فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضعہ حیث یری ، قال یحیی : قلت للحسن : فان قاتلوا علی ارجلھم حتی یظھروا ؟ قال : فھی لھم الخ .[۱۴]

حسن بن صالح نہایت ثقہ محدث وفقیہ اور متقشف عابد و زاہد بزرگ تھے دینی امور میں ان کے اندر بڑی شدت تھی، ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف خروج بالسیف کے قائل تھے، اور ان کی امامت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی شدت پسندی اور دینی صلابت پر ان کے کئی معاصر ائمہ نے نکیر کی ہے، خاص طور سے امام سفیان ثوری رح ان کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنی شدت پسندی اور تقشف کی وجہ سے اپنے ہم وطن و ہم عصر امام ابوحنیفہ رح کے سخت خلاف تھے ، حتیٰ کہ امام صاحب کی تعریف و توصیف پر سخت ناگواری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ان کے شاگرد عبداللہ بن داؤد خریبی رح کا بیان ہے کہ میں کوفے کی ایک مسجد میں امام تھا ، ایک دن میں نے حسن بن صالح کی موجودگی میں ابوحنیفہ رح کی تعریف میں مبالغہ آمیز کلمات کہے ، اس پر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مصلّے سے ہٹا دیا۔[۱۵]

اس کے باوجود حسن بن صالح کے تلمیذ رشید یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں متعدد مقامات پر امام ابوحنیفہ کی روایات اور ان کے اقوال نقل کر کے اپنی سلامتیٔ طبع اور حق نوازی کا ثبوت دیا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابن مبارک عن ابی حنیفۃ فی معاھد اشتری ارضاً من ارض العُشر ، قال : یوضع علیھا الخراج ، فان باعھا بعد من مسلم فعلیھا الخراج علی حالۃ

---

[۱۴] کتاب الخراج ، ص ۱۷

[۱۵] تہذیب التہذیب ج ۲ ، ص ۲۸۵ ۔

لا یتحوّل عنھا ابدًا - ؁۱۶

کسی غیر مسلم معاہد نے عُشری زمین کا کوئی حصّہ خریدا تو اس کے بارے میں عبداللہ بن مبارک نے ہم سے ابوحنیفہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اس زمین پر خراج ہوگا، اور اگر غیر مسلم مُعاہد نے بعد میں وہ زمین کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کردی، تب بھی اس پر حسب سابق خراج ہی رہے گا، اس میں تبدیلی ہرگز نہیں ہوگی۔

ایک جگہ امام ابوحنیفہ رح کا قول یوں نقل کیا ہے:

وقال ابو حنیفة : اذا یبلغھا ماء انھار الخراج فھی من ارض الخراج ولیست بارض عُشر، قال یحییٰ: بلغنی ذالک عنه - ؁۱۷

ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر زمین میں خراج کی نہروں کا پانی پہنچتا ہے تو وہ زمین خراجی ہے، عُشری نہیں ہے۔ یحییٰ بن آدم نے کہا کہ یہ قول ابوحنیفہ سے مجھ تک پہنچا ہے۔

ایک مقام پر یحییٰ بن آدم نے اپنے شیخ سفیان ثوری رح کا قول نقل کیا ہے کہ اگر اسلامی لشکر دشمن پر غالب آجائے تو امام کو اختیار ہے کہ اپنی صوابدید سے قیدیوں اور ان کے اموال کو خُمس نکالنے کے بعد مجاہدین میں تقسیم کردے، یا احسان کرکے زمین اور اموال کو چھوڑ دے۔ ایسی صورت میں وہاں کے باشندے ذِمّی قرار پائیں گے، اپنی زمین کے وارث و مالک ہوکر اس کی بیع کے مجاز ہوں گے، پھر اس قول کی تائید میں امام ابوحنیفہ کا قول نقل کیا ہے۔

حدثنا ابن مبارک عن ابی حنیفة مثل معنی حدیث سفیان - ؁۱۸

ابن مبارک نے ہم سے سفیان کے قول کے مانند ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ ایک قافلہ اَعراب کی ایک جماعت کے یہاں اُترا، اور انھوں نے قافلہ والوں کو نہ ڈول رسی دی اور نہ ہی چشمے اور کنوئیں کا نشان بتایا۔ جب حضرت عمر

؁۱۶ کتاب الخراج، ص ۳۰

؁۱۷ ایضاً ص ۲۵

؁۱۸ ایضاً ص ۴۷

رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ تم لوگوں نے ان پر اسلحہ کیوں نہیں اُٹھایا؟ اس کے بعد لکھتے ہیں:

• وقال یحیی: حدثنیہ محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ عن الھیثم عن عمر مثلہ۔[۱۹]

یحییٰ بن آدم نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسن نے ابو حنیفہؒ سے، اُنھوں نے ہیثم سے، اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے اسی طرح بیان کیا ہے،

عشر وغیرہ کے مباحث میں لکھتے ہیں:

حدثنا یونس عن ابی حنیفۃ عن ابراھیم قال: کل شئ اخرجت الارض، ولوکان دستجۃ بقل فما فوقھا العشر۔[۲۰]

ہم سے یونس نے ابو حنیفہؒ سے، اُنھوں نے ابراہیم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمین کی تمام پیداوار میں چاہے وہ ایک مُٹھا یا قلہ یا اس سے بھی کم ہو، عُشر ہے۔

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے کہ اگر کسی کی عشری زمین کو دوسرے نے اجرت پر لے کر کاشت کیا تو مالک پر عُشر ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

وھذا القول یروونہ عن ابی حنیفۃ؛ انہ کان یقولہ۔[۲۱]

ایک جگہ قال **بعضھم** لکھ کر امام ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے۔

ان مثالوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یحییٰ بن آدم کی دینی و علمی حیثیت احوال و ظروف سے اور معاصرت کے اثرات سے بہت بلند و بالا تھی۔ عزیز ترین شاگردوں کا اپنے واجب التعظیم استادوں سے دینی و علمی مباحث و مسائل میں اختلاف علمائے اسلام کے امتیازات و خصوصیات میں سے ہے۔

حسن بن صالح اور ان کے بھائی علی بن صالح ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ علی بن صالح کی ولادت

---

[۱۹] کتاب الخراج، ص ۱۱۲

[۲۰] ایضاً ص ۱۴۵

[۲۱] ایضاً ص ۱۷۲

کچھ پہلے ہوئی، اس لیے حسن بن صالح بڑے بھائی کی حیثیت سے ان کا احترام کرتے تھے۔ دونوں بھائی کوفے کے مشائخ اور عبّاد و زُہّاد میں سے تھے۔ دونوں بھائی اور والدہ نے مل کر رات کو تین حصّوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ علی بن صالح پہلے تہائی حصّے میں عبادت کرتے تھے، حسن بن صالح دوسرے تہائی حصّے میں مصروفِ عبادت رہتے تھے اور تیسرے تہائی حصے میں ان کی والدہ عبادت کیا کرتی تھیں۔ والدہ کے انتقال کے بعد دونوں بھائیوں نے آپس میں نصف نصف رات کو بانٹ لیا اور صبح تک عبادت کرتے تھے، اور جب علی بن صالح کا انتقال ہوگیا تو حسن بن صالح پوری رات عبادت وریاضت میں بسر کرنے لگے۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ حسن بن صالح نے مجھ سے بیان کیا کہ جس رات کو میرے بھائی علی بن صالح کا انتقال ہوا، اُنھوں نے مجھ سے پانی مانگا، میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، نماز پوری کرکے میں پانی لے کر پہنچا، اُنھوں نے کہا کہ میں ابھی ابھی پانی پی چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، کس نے آپ کو پانی پلایا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک فرشتے نے مجھ کو پانی پلایا اور کہا کہ، تم، تمھارے بھائی اور تمھارے باپ انبیا و صدیقین اور صالحین میں سے ہو، جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ [۲۲]

شریک بن عبداللہ نخعی کوفیؒ

یحییٰ بن آدم کے شیوخ میں قاضی شریک بن عبداللہ نخعی کوفیؒ متوفی ۷۷اھ علمی جلالتِ شان اور زہد و تقویٰ کے ساتھ نہایت ثقہ، صدوق، عاقل محدث و فقیہ تھے۔ وہ مبتدعین و متشککین کے بارے میں نہایت سخت تھے، حتیٰ کہ بعض اہلِ علم نے ان کو مائل عن القصد اور غالی المذہب بنایا ہے۔ ان کے اقوال و آرا کتاب الخراج میں چالیس بیالیس مقامات پر درج ہیں، ان میں سے اکثر بالمشافہ سوال و جواب کی شکل میں ہیں۔

اُنھوں نے اپنی بے اعتدالی اور غلو کی وجہ سے ایک مرتبہ اپنی عدالت میں امام محمد بن حسن شیبانیؒ تلمیذ امام ابوحنیفہ کی شہادت رد کر دی۔ اس واقعے کے راوی خود یحییٰ بن آدم ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قاضی شریک مُرجیہ کی شہادت جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ محمد بن حسن نے ان کے سامنے شہادت

۲۲۔ صفۃ الصفوہ ج ۳۔ ص: ۸۷ و ص: ۸۸۔

دی، جسے اُنھوں نے رد کر دیا - اس پر لوگوں نے حیرت کے ساتھ ان سے پوچھا کہ آپ نے محمد بن حسن جیسے شخص کی شہادت کیوں رد کر دی؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں ایسے شخص کی شہادت جائز اور معتبر نہیں سمجھتا جو نماز کے جزوِ ایمان ہونے کا قائل نہ ہو[۲۳]

قاضی شریک کی اس شدت پسندی کے علی الرغم ان کے شاگرد نے محمد بن حسن سے روایت کی اور اس کو اپنی کتاب میں درج کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ قال یحییٰ: حدثنیہ محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ عن الہیثم عن عمر مثلہ -

قاضی شریک کا ایک واقعہ یحییٰ بن آدم کے وسطے سے امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے۔ خطیب نے الفقیہ والمتفقہ میں ابراہیم بن اسحاق حربیؒ سے روایت کی ہے کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام احمد بن حنبل سے قسم کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ تم نے کس طرح قسم کھائی ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ کس طرح قسم کھائی ہے۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ یحییٰ بن آدم نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے قاضی شریک سے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے، مگر مجھے معلوم نہیں کہ کیسے قسم کھائی ہے۔ یہ سن کر قاضی شریک نے اس سے کہا کہ اے کاش! تم جانتے کہ کیسے قسم کھائی ہے تو میں بھی جانتا کہ تم کو کیسے فتویٰ دوں؟[۲۴]

چند مشہور اساتذہ و شیوخ

ہم نے یحییٰ بن آدم کے چار اساتذہ کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے، کیونکہ وہ اپنے تمام اساتذہ میں ان ہی چاروں سے زیادہ قریب ہیں، خصوصاً ان میں سے دو حضرات کے اصحاب میں ان کا شمار ہوتا ہے -

ان کے علاوہ یحییٰ بن آدم کے اور بہت سے شیوخ ہیں جن سے اُنھوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ ان کی کثرت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ صرف کتاب الخراج میں انھوں نے تہتر ائمۂ حدیث و فقہ سے روایت کی ہے۔ بعض مراجع سے ان کی تعداد نوّے سے زائد معلوم ہوتی ہے۔

---

[۲۳] میزان الاعتدال، ج ۵ - ص: ۱۲۱

[۲۴] الفقیہ والمتفقہ، ج ۲ - ص: ۱۸۴

چند مشاہیر شیوخ یہ ہیں۔ ابوبکر بن عیاش اسدی، سفیان ثوری، حسن بن صالح، شریک بن عبداللہ نخعی، حسن بن عیاش اسدی، سفیان بن عیینہ، یونس بن ابواسحاق سبیعی، اسرائیل بن یونس، عیسیٰ بن ملہان، فطر بن خلیفہ حناط مخزومی، جریر بن حازم ازدی، زہیر بن معاویہ، ابوالاحوص، عمار بن اریق، فضیل بن لرزوق الاغر، مفضل بن مہلہل، ورقا بن عمر یشکری، ذُہیب بن خالد باہلی، مسعر بن کدام عامری، مالک بن مغول بجلی، عبدالرحمن بن حمید رؤاسی، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم زہری، یزید بن عبدالعزیز بن سیاہ اسدی، ام کسائی، حسین بن علی جعفی، بشر بن سری الافوہ، سعید بن سالم قداح، ابوعثمان مکی، عبداللہ بن عثمان بصری، عبداللہ بن ادریس اودی، محمد بن اسمٰعیل بن رجا، مالک زبیدی کوفی، یونس بن قیس عزا، حضرمی عصفور الجنہ، عبداللہ بن مبارک، محمد بن حسن شیبانی، فضیل بن عیاض، قطبہ بن عبدالعزیز اسدی، ابو سعد مسعود بن سعد جعفی کوفی، یہ ربیع بن سعد کے بھائی اور ابوخیثمہ کے بھتیجے ہیں، ان کے بارے میں یحییٰ بن آدم کا قول ہے:

وکان مسعود من خیار عباد اللہ تعالیٰ [۲۵]

اصاغر سے روایت

روایۃ الاکابر عن الاصاغر یعنی بڑوں کی اپنے سے چھوٹوں سے حدیث کی روایت محدثین عظام کا محبوب مشغلہ رہا ہے، اور انھوں نے طلب علم کی راہ میں اس میں ذرا بھی کسر شان محسوس نہیں کی۔ یحییٰ بن آدم نے بھی احداث و اصاغر سے روایت کی ہے۔

چنانچہ عبدالعزیز بن سیاہ اسدی کے ساتھ ان کے دونوں صاحبزادوں یزید بن عبدالعزیز اور قطبہ عبدالعزیز سے بھی روایت کی۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن حمید رؤاسی کے ساتھ ان کے صاحبزادے حمید بن عبدالرحمٰن سے بھی روایت کی، حتیٰ کہ اپنے شاگرد اسحاق بن راہویہ سے حدیث کی روایت کرکے علما کی اس سنّت پر عمل کیا ہے، علامہ سبکیؒ نے لکھا ہے۔

روی عنہ یحیی بن ادم، وھو من شیوخہ۔ [۲۶]

یحییٰ بن آدم نے ابن راہویہ سے روایت کی ہے، یحییٰ ان کے شیوخ میں سے ہیں۔

---

[۲۵] تاریخ کبیر ج ۴، ص ۴۲۳، تہذیب التہذیب ج: ۱۰، ص ۱۱۷۔

[۲۶] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲، ص: ۸۴۔

یہ اس دور کی بات ہے جس میں احادیث کی روایت کے لیے دُنیا کی خاک چھانی جاتی تھی، اور دینی و علمی انہماک نے افادہ و استفادہ میں چھوٹے بڑے کا فرق ختم کر دیا تھا۔

اصحاب و تلامیذ

یحییٰ بن آدم کے تلامذہ اور تلامذۃ التلامذہ میں بڑے بڑے ائمۂ اعلام اور علمائے اسلام شامل ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، حافظ ابن حجرؒ نے ان کے شاگردوں کی فہرست میں ان ائمہ دین کا نام خاص طور سے لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن عبداللہ مدینی، امام یحییٰ بن معین، حسن بن علی خلّال، احمد بن ابورجاء ہروی، ابوکریب، عبداللہ بن محمد مسندی، عثمان بن ابی شیبہ، عبداللہ بن ابی شیبہ، عبدہ بن عبداللہ صفّار، عباس بن حسین قنطری، محمد بن رافع، محمود بن غیلان، حسن حلوانی، ہارون حمّال، عبید بن یعیش، حسن بن علی بن عفان عامری، عبد بن حمید، و آخرون[۲۷] ان میں امام احمد، ابن راہویہ، ابن مدینی اور ابن معین علم حدیث کے اساطین ہیں۔ دیگر حضرات بھی اپنے اپنے دور میں ائمۂ دین اور علمائے اسلام کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتے تھے۔

جامعیت و اعتراف

یحییٰ بن آدم کے حالات بہت کم مل سکے ہیں، اور جو مل سکے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوعمری ہی میں جملہ مروّجہ دینی علوم میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے تھے، اور تفسیر، حدیث، فقہ، فتویٰ، تجوید، اخبار و احداث میں مشاہیر ائمۂ دین میں شمار کیے جانے لگے تھے۔

اس سلسلے میں ان کے تلمیذ رشید امام علی بن عبداللہ مدینی متوفی ۲۳۴ھ کا ایک جامع بیان نقل کیا جاتا ہے، جس میں اُنھوں نے بڑی دقتِ نظر سے علمِ حدیث کے قافلے کی شاہراہوں اور منزلوں کا جائزہ لیا ہے اور اس کی آخری منزل اپنے استاد یحییٰ بن آدم کو قرار دیا ہے۔ وہ کتاب "علل الحدیث و معرفۃ الرجال" میں لکھتے ہیں کہ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیشتر صحیح احادیث کی سند ان چھ ائمۂ دین میں دائر و سائر ہے۔

۲۷ؔ تہذیب التہذیب ج: ۱۱، ص: ۱۷۵۔ طبقات المفسرین ج: ۲، ص: ۳۶۱

۱۔ اہل مدینہ میں ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ)
۲۔ اہل مکہ میں ابومحمد عمرو بن دینار، مولی بنی جمح (متوفی ۱۲۶ھ)
۳۔ اہلِ بصرہ میں ابوخطاب قتادہ بن رعامہ سدوسی (متوفی ۲۱۷ھ)
۴۔ ابونصر یحیی بن ابی کثیر متوفی (۱۳۲ھ)
۵۔ اہل کوفہ میں ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید و دشبیعی (متوفی ۱۲۷ھ)
۶۔ ابومحمد سلیمان بن مہران اعمش مولی بنی کاہل (متوفی ۱۴۸ھ)

ان چھ حضرات کا علم بعد میں مصنفین کے مختلف حلقوں میں یوں پھیلا:

۱۔ مدینہ میں مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، جنھوں نے ابن شہاب سے روایت کی۔
۲۔ ابوبکر محمد بن اسحاق مولی بنی مخرمہ متوفی ۱۵۲ھ، انھوں نے ابنِ شہاب اور اعمش سے روایت کی۔
۳۔ مکہ میں ابوالولید عبداللہ بن عبدالعزیز بن جریج، مولی قریش متوفی ۱۵۱ھ
۴۔ ابومحمد سفیان بن عیینہ، مولی محمد بن مزاحم ہلالی متوفی ۱۹۸ھ، انھوں نے ابنِ شہاب، عمرو بن دینار، ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ بن عبیدود) اور اعمش سے لقاءواستفادہ کیا۔
۵۔ بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ مہران، مولی بنی عدی بن یشکر، متوفی ۱۵۸ھ
۶۔ ابوسلمہ حماد بن سلمہ، مولی بنی سلیمان متوفی ۱۶۸ھ،
۷۔ ابوعوانہ وضاح، مولی یزید بن عطا، متوفی ۱۷۵ھ۔
۸۔ ابوبسطام شعبہ بن حجاج، مولی اشاقر، متوفی ۱۶۰ھ
۹۔ ابوعروہ معمر بن راشد، مولی حدان، متوفی ۱۵۴ھ، انھوں نے ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، قتادہ، یحیی بن ابی کثیر، اور ابواسحاق سے سماع و روایت کی۔
۱۰۔ کوفہ میں ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری متوفی ۱۶۱ھ
۱۱۔ شام میں ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی متوفی ۱۵۱ھ
۱۲۔ واسط میں ہشیم بن بشیر، مولی بنی سلیم متوفی ۱۸۳ھ

پھر آگے چل کر پہلے کے چھ اور بعد کے بارہ حضرات کا علم ان حضرات کی طرف منتقل ہوا۔

۱۔ ابوسعید یحییٰ بن سعید قطّان، مولیٰ بنی تیم، متوفی ۱۹۸ھ

۲۔ ابوسعید یحییٰ بن ابی زائدہ، مولیٰ ہمدان، متوفی ۱۸۲ھ

۳۔ ابوسفیان وکیع بن جرّاح متوفی ۱۹۹ھ۔

اس کے بعد مذکورہ بالا ائمہ دین کا علم ان تین حضرات کی طرف منتقل ہوگیا:

۱۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک حنظلی، متوفی ۱۸۱ھ

۲۔ ابوسعید عبدالرحمٰن بن مہدی اسدی، متوفی ۱۹۸ھ

۳۔ ابوزکریا یحییٰ بن آدم، مولیٰ خالد بن عبداللہ بن اُسید، متوفی ۲۰۳ھ

امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ابن مدینی کا یہ بیان تقریباً ان ہی کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ رامہرمزیؒ نے المحدث الفاصل میں یہی کیا ہے، ابن ابی حاتم نے تقدمۃ الجرح والتعدیل میں جابجا موقع کی مناسبت سے اس کے ٹکڑے درج کیے ہیں اور خطیب بغدادی نے معمولی فرق کے ساتھ تاریخ بغداد میں اس کو درج کیا ہے۔ [۲۸]

امام الجرح والتعدیل علی ابن مدینی کے اس مبصرانہ و ناقدانہ بیان سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ علوم نبوت کے جتنے چشمے مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، واسط، یمن اور خراسان وغیرہ میں بہہ رہے تھے، وہ سب کے سب کوفے میں آکر مل گئے اور یحییٰ بن آدم اس چشمۂ صافی کے وارث و قاسم ہوئے، اسی لیے ابن مدینی نے ایک مرتبہ ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے بے ساختہ کہہ دیا تھا۔

یرحم اللہ تعالیٰ یحیی بن آدم، أیّ علمٍ کان عندہٗ وجعل یطریہ [۲۹]

اللہ تعالیٰ یحییٰ بن آدم پر رحم فرمائے ان کے پاس کیا ہی اور کیسا علم تھا۔ یہ کہہ کر ان کے بارے میں مبالغہ آمیز توصیفی کلمات کہنے لگے۔

۲۸ھ علل الحدیث ومعرفۃ الرجال ص ۷۱ تا ص ۸۰ ملخص، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، رامہرمزی ص ۶۱۴ تا ص ۶۲۰ ملخص، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۸، تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۳۴، تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۱۷۸

۲۹ھ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص: ۳۳۸

ان کے دوسرے تلمیذ رشید امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

مارأيتُ احداً اعلم، ولا اجمع للعلم منه وكان عاقلاً حليماً[۳۰]

میں نے ان سے بڑا عالم اور علوم کا جامع کسی اور کو نہیں دیکھا۔ وہ صاحب عقل و فہم اور بردبار بزرگ تھے۔

ابواسامہ کا قول ہے:

مارأيتُ يحيى بن آدم إلّا ذكرتُ الشعبي، كان بعد الثوري في زمانه يحيى بن آدم۔[۳۱]

جب بھی میں نے یحییٰ بن آدم کو دیکھا مجھے امام شعبی یاد آئے، سفیان ثوری کے بعد اپنے زمانے میں یحییٰ بن آدم تھے۔

یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے:

ثقة، كثير الحديث، فقيه البدن، ولم يكن له سن متقدم۔[۳۲]

ثقہ، کثیر الحدیث اور فقیہ البدن عالم تھے، حالانکہ ان کا سن کچھ زیادہ نہیں تھا۔

یحییٰ بن ابی شیبہ نے یوں کہا ہے:

ثقة، صدوق، مثبتٌ، حجةٌ مالم يخالف من هو فوقه مثل وكيع،

وہ ثقہ، صدوق، ثبت اور حجت ہیں، جب تک کہ ان سے اوپر کا کوئی عالم جیسے وکیع ان کے خلاف نہ کرے۔

ابوداؤد نے کہا ہے:

يحيى بن آدم اوحد الناس،

یحییٰ بن آدم علم میں یکتا تھے۔

عجلی نے ان کی توصیف میں یہ کلمات کہے ہیں:

۳۰

۳۱ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۸، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۷۵، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۳۴۳

۳۲ تہذیب التہذیب ج ۱۱، ص ۱۷۵۔

كان جامعاً للعلم، عاقلاً، مثبتاً في الحديث ۔

وہ علم دین کے جامع، عاقل اور حدیث میں ثقہ و ثبت تھے ۔

ابن سعد نے لکھا ہے :

وكان ثقة ۔

حدیث میں ثقہ تھے ،

* یحییٰ بن آدم کے تفقہ کے بارے میں ابو حاتم نے تصریح کی ہے ۔

كان يفقّه وهو ثقة

وہ ثقہ فقیہ تھے ۔

ابن حبّان نے بھی ان کی فقاہت کا اعتراف کیا ہے ۔

كان متقناً يتفقّه

وہ متقن فقیہ تھے ۔

ابن ناصر الدین نے ان کی امامت و علمیت کے اعتراف کے ساتھ ان کی تفصیلی خدمات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ،

وكان اماماً، علامة، من المصنفين، حافظ من المتقنين ۔

وہ امام، علّامہ، حافظ اور متقنین و مصنّفین میں سے تھے ۔

ابن شاہین نے کتاب الثقات میں یحییٰ بن آدم کے بارے میں عثمان بن ابی شیبہ کا قول نقل کیا ہے جس کو ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن ابی شیبہ کا قول بتایا ہے، اس میں وکیع سے پہلے جریر کا نام بھی ہے ۔

یحییٰ بن آدم کے تذکرہ نگاروں نے ان کو شاندار القاب و خطابات سے یاد کیا ہے ۔ ذہبیؒ نے العبر میں الامام، المقری، الحافظ، الفقیہ اور تذکرۃ الحفاظ میں الحافظ، العلامہ کے القاب سے یاد کیا ہے، ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں المقری، ابن عماد نے شذرات الذہب میں الامام، الحجر، المقری، الحافظ، الفقیہ، اور شمس الدین داؤدی نے طبقات المفسرین میں ان کو مفسر لکھ کر الثقہ، الحافظ لکھا ہے [۳۳] (حاشیہ اگلے صفحے پر دیکھیں)

یحیٰی ابن آدم مُقری و مفسّر

اہل کوفہ عام طور سے بیس سال کی عمر کے بعد حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے - اس سے پہلے حفظ قرآن اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، چنانچہ یحیٰی بن آدم کے دو استاد سفیان ثوری اور ابو الاحوص کا یہی قول ہے [۳۴] غالب گمان ہے کہ یحیٰی ابن آدم نے حفظ قران اور قرأت کی تعلیم سے علمی زندگی کا آغاز کیا - اس زمانے میں حفظ و قرأت کے ساتھ حلال و حرام اور تفسیر کی تعلیم بھی شامل تھی - ابنِ عمار نے ان کو مقری اور ابنِ ابی حاتم نے ان کو صرف المُقری کے لقب سے یاد کیا ہے، اور ذہبی رح نے العبر میں ان کو المقری لکھ کر تصریح کی ہے:

اخذ القراءة عن ابی بکر بن عیاش [۳۵]

اُنھوں نے قرأت کی تعلیم ابوبکر بن عیاش سے حاصل کی -

ابوبکر بن عیاش نے کوفے میں شیخ القرأ امام عاصم بن بہدلہ متوفی ۱۲۷ھ سے پڑھا، اور یحیٰی بن آدم ان سے پڑھ کر اپنے زمانے کے شیخ القرأ ہوئے، ابو محمد قرطبی رح نے کتاب التبصرہ فی القراءات السبع میں لکھا ہے -

روی عنہ ابوبکر شعبة بن عیاش بن سالم الکوفی . . . ھی روایة یحیٰی بن ادم عن ابی بکر، عن عاصم، [۳۶]

امام عاصم سے ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم کوفی نے قرأت کی روایت کی، یہی یحیٰی ابن آدم عن ابی بکر عن عاصم والی قرأت کی روایت ہے -

---

۳۳ ان اقوال و آرا کے لیے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج۶، ص ۴۰۲، الجرح والتعدیل ج: ۴ قسم ۲، ص: ۱۲۸، العِبر فی خبر من غبر ج: ۱، ص: ۳۴۳، تذکرة الحفاظ ج ۱، ص: ۳۲۸، تہذیب التہذیب ج: ۱۱، ص: ۱۷۵، کتاب الثقات ابن شاہین ص ۲۰۲، شذرات الذہب ج: ۲، ص: ۸ - طبقات المفسرین ج ۲، ص ۳۶۱-

۳۴ الکفایہ فی علم الروایہ ص: ۵۴ - .

۳۵ العِبر ج: ۱، ص ۳۴۲ -

۳۶ التبصرہ ص ۱۸۲ -

مشہور ائمہ نے عاصم کی قرأت یحییٰ بن آدم سے حاصل کی، جن میں امام احمد بن حنبل اور احمد بن عمرو کیفی بھی شامل ہیں۔ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ عاصم بن بہدلہ نہایت صالح قاری تھے، اہلِ کوفہ ان کی قرأت کو پسند کرتے تھے، میں بھی پسند کرتا ہوں۔

حمزہ زیات اور کسائی سے بھی یحییٰ بن آدم نے یہ فن حاصل کیا تھا۔ مگر عاصم کی قرأت میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ ابن جزری نے غایۃ النہایہ فی طبقات القرأ اور النشر فی القرأات العشر میں ان کا تذکرہ مقری کی حیثیت سے کیا ہے، فی الحال یہ دونوں کتابیں میرے سامنے نہیں ہیں۔

ابو بکر بن عیاش قرأت کے ساتھ قرآن کی تفسیر کے بھی ممتاز عالم تھے۔ یحییٰ بن آدم نے قرأت کی تحصیل کے زمانے میں ان سے تفسیر کی تعلیم بھی حاصل کی۔ عثمان بن زائدہ رازی کا بیان ہے کہ میں کوفہ گیا اور سفیان ثوری سے دریافت کیا کہ یہاں آپ کے نزدیک ایسے اہل علم کون ہیں جن سے میں سماع کروں؟ انھوں نے زائدہ بن قدامہ اور سفیان بن عُیینہ کے نام لیے، میں نے کہا اور ابو بکر بن عیاش؟ تو کہا کہ:

ان اردت التفسیر فعندہ، [۳۷]

اگر تم تفسیر پڑھنا چاہتے ہو تو ان کے پاس جاؤ۔

یحییٰ بن آدم کے استاد سفیان ثوری نے عثمان بن زائدہ کو ابو بکر بن عیاش سے تفسیر پڑھنے کی ترغیب دی، جس سے اس فن میں اُن کے تبحرؒ کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یحییٰ بن آدم نے ان سے تفسیر پڑھی، اور اس میں مہارت و شہرت کے مالک ہوئے۔ چنانچہ شمس الدین محمد بن علی داودی مصری نے طبقات المفسرین میں اسی حیثیت سے ان کا مستقل تذکرہ لکھا ہے اور اس فن میں ان کی کتاب احکام القرآن کا نام لیا ہے [۳۸]

کتاب الخراج میں یحییٰ بن آدم کی متعدد تفسیری روایات موجود ہیں۔ باب فضل التجارۃ

---

[۳۷] الجرح والتعدیل ج:۴، قسم ۲، ص:۳۸۰۔

[۳۸] طبقات المفسرین ج:۲، ص:۳۶۱

والنخل" میں لکھتے ہیں:

حدثنا عبدالسلام بن حرب وابن مبارک عن شعبۃ عن الحکم عن مجاھد فی قولہ عزّوجل وانفقوا من طیبّات ما کسبتم قال من التجارۃ ،

اللہ تعالیٰ کے قول "انفقوا من طیبّات ما کسبتم" میں مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد تجارت ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔

اخبرنا اسمٰعیل، قال، حدثنا الحسن، قال، حدثنا یحیٰی، قال: حدثنا ابوبکر، عن الکلبی فی قولہ، و مِمّا اخرجنا لکم من الارض ، قال، من الحرث ۔

کلبی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول و مِمّا اخرجنا لکم من الارض سے مراد کھیتی باڑی ہے۔

تیسری روایت میں ہے:

حدثنا ورقاء عن ابن ابی نجیح ، عن مجاھد فی قولہ اَنفِقُوا من طیّبات ما کسبتم، قال: من التجارۃ ، و مِمّا اَخرجنا لکم من الارض، قال: النخل[۳۹]

مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "انفقوا من طیبات ما کسبتم" سے مراد تجارت ہے، اور اس کے قول "وَ مِمّا اخرجنا لکم من الارض" سے مراد کھجور ہے۔

"باب ما یکرہ ان یعطی فی الصدقۃ" میں لکھتے ہیں۔

اخبرنا اسمٰعیل قال حدثنا الحسن، قال حدثنا یحیٰی، قال حدثنا عبداللہ بن ادریس، عن ھشام، عن ابن سیرین، قال سألت عبیدۃ عن قولہ عزوجل و انفقوا من طیبات ما کسبتم، و مِمّا اخرجنا لکم من الارض، ولا تیمّموا الخبیث منہ تنفقون ، قال اِنما ھذا فی الزکوٰۃ المفروضۃ ، ولا باس ان یتصدّق الرجل بالتمر الحشف، والدرھم الزّائف ۔

ابن سیرین نے کہا ہے کہ میں نے عبیدہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا

۳۹ھ کتاب الخراج ، ص: ۱۳۲

و انفقوا من طیبات ما کسبتم، ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون
توانھوں نے بتایا کہ اس کی ممانعت فرض زکوۃ میں ہے اور اس میں حرج نہیں ہے کہ آدمی صدقہ نافلہ میں
ردّی کھجور اور کھوٹا درہم دے۔

اسی روایت کو دوسری سند سے بیان کرتے ہیں:

اخبرنا اسمٰعیل قال حدثنا الحسن قال حدثنا یحیی قال حدثنا قیس بن الربیع
عن عطاء بن السائب عن عبداللہ بن مغفل فی قولہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون،
قال لیس فی اموالھم خبیث ولکنہ الدرھم القسی، والحشف، قال ولستم
باخذیہ، لوکان لک حق علی رجل لم تاخذ الدرھم القسیّ والزالف ولا التمر الّا
ان تغمضوا فیہ، قال تجاوزوا عنہ، ۴۰

آیت ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مغفل نے
کہا ہے کہ صحابہ کا مال خبیث نہیں تھا بلکہ اس سے مراد کھوٹا درہم اور ردّی کھجور ہے، اور
لستم باخذیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر تمھارا حق ہو تو تم نہ اس سے کھوٹا درہم
لوگے اور نہ ردّی کھجور لوگے بلکہ اچھا درہم اور کھجور لوگے، اور آیت الّا ان تغمضوا فیہ کا
مطلب یہ ہے کہ تم اس سے چشم پوشی اور درگزر کرو۔

اس کے بعد معاً لکھتے ہیں:

قال یحیی: وسمعت فی قولہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون، قال: لا تعمدوا
او قال: ولا تحرّوا۔ یعنی الدون فی الصدقہ۔

میں نے قیس بن ربیع سے سنا ہے کہ آیت ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون کا مطلب یہ
ہے کہ تم بالقصد یا چھانٹ کر کم درجے کی چیز صدقے میں نہ دو۔

پھر اس آیت کے شان نزول کے بارے میں یہ دو روایتیں درج کی ہیں۔

اخبرنا اسمٰعیل، قال حدثنا الحسن، قال حدثنا یحیی، قال حدثنا سفیان بن سعید

---

۴۰ کتاب الخراج، ص: ۱۳۳

عن جعفر بن محمد عن ابیہ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بالصدقۃ ۔ او قال بالفطرۃ۔ وجاء رجل بتمر ردّی فنزلت ولا تیمّمُوا الخبیث منہ تنفقوْنَ ۔

جعفر صادق نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ یا صدقۂ فطر کا حکم دیا تو ایک شخص ردی کھجور لے کر آیا ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی : ولا تیمّمُوا الخبیث منہ تنفقون ۔

اور دوسری روایت یہ ہے :

اخبرنا اسمٰعیل ، قال حدثنا الحسن ، قال حدثنا یحییٰ ، قال حدثنا ابن مبارک عن محمد بن ابی حفصۃ ، عن الزھری ، عن ابی اُمامۃ ابن سھل بن حنیف قال کان اناس یتلوّمون بشرار ثمارھم ، فانزل اللہ تعالیٰ ولا تیمّمُوا الخبیث منہ تنفقونَ ، قال فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لونین من التمر الجُعرور ، ولون حُبَیق یعنی نھی عنہ ان یعطی فی الصدقۃ ۔[۷۱]

ابو امامہ بن سہل بن حنیف رض نے کہا ہے کہ لوگ زکوۃ وصدقہ میں ردی پھل ملا دیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جُعرور یعنی جھوٹی ردی کھجور ، اور لون حُبیق یعنی اس سے بھی چھوٹی میلی کھجور صدقے میں دینے سے منع فرمایا ۔

یہ تمام روایات امام سیوطی رح کے الدرالمنثور اور تفسیر کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں ۔ نیز دیگر مصنفین نے اپنی کتابوں میں یحییٰ بن آدم کی سند سے تفسیری روایات بیان کی ہیں ۔

خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقّہ میں محمد بن فرخ سے روایت کی ہے کہ :

سمعت یحییٰ بن اٰدم یقول سمعت تفسیر ھذہ الاٰیۃ واَمّا السّائل فلا تنھر ۔ قال ھو الرجل یسأ لک عن شیءٍ من امر دینہ فلا تنھرہ واجبہُ ۔[۷۲]

میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا ہے ، وہ وَ اما السائل فلا تنھر کی تفسیر میں کہتے تھے

---

[۷۱] کتاب الخراج ، ص : ۱۳۴

[۷۲] الفقیہ والمتفقہ ج : ۲ ، ص : ۱۸۳

کہ سائل وہ شخص ہے جو تم سے اپنے دین کے بارے میں کوئی سوال کرے، تم اس کو نہ جھڑکو بلکہ اس کو جواب دو۔

ابن کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا:

فلا تنہر السائل فی العلم،

دینی ہدایت چاہنے والے سائل کو نہ جھڑکو۔

اس کے بعد دوسرے اقوال نقل کیے ہیں، [۴۳]

ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں یحییٰ بن آدم کی روایت سے حضرت عطاءؒ بن ابی رباح کی ایک آیت کی تفسیر یوں نقل کی ہے:

حدثنا یحییٰ بن آدم قال: حدثنا ابن المبارکؒ عن عبدالملک بن ابی سلیمان، عن عطاءؒ بن ابی رباح، فی قول اللہ عزّوجلّ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ قال: الی کتاب اللہ والی الرسول، قال: مادام حیًّا فاذا قبض، قال: فسنتہ۔ [۴۴]

عطا بن ابی رباح نے کہا ہے کہ آیت فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول میں مراد کتاب اللہ اور رسول کی ذات ہے، جب تک رسول زندہ ہیں، اور ان کے بعد ان کی سنت حکم اور فیصل ہے۔

یحییٰ بن آدم محدّث

یحییٰ بن آدم کے اقران و معاصرین اور تلامذہ نے ان کو جامع العلم، اجمع للعلم اور اعلم بتایا ہے۔ محدّث کے لیے علم کا اطلاق عام طور سے حدیث پر ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے وہ حدیث میں جامعیت ہی نہیں بلکہ اجمعیّت اور اعلمیّت کا مرتبہ رکھتے تھے، اور نہایت کثیر الحدیث، ثقہ، ثبت، صدوق، متقن، حافظ اور حجت تھے۔ محدثین کی خاص اصطلاح کے یہ الفاظ علم حدیث میں ان کے بلند مقام و مرتبہ کے شاہد عدل ہیں۔ ان کو دیکھ کر امام شعبیؒ

---

[۴۳] تفسیر ابن کثیر ج: ۴، ص: ۵۲۳

[۴۴] جامع بیان العلم ج ۲، ص: ۲۸۔

یاد آتے تھے، اور سفیان ثوری کے بعد ان کا مرتبہ تھا، واقعہ یہ ہے کہ وہ اس بارے میں احد الناس تھے، اور چشمۂ نبوت کے تمام سوتے ان کی ذات میں گرتے تھے، جیساکہ ابن مدینی کے بیان سے معلوم ہوا، وہ کتاب اللہ کی طرح احادیث رسول اللہ کو بھی حجت اور دین کے معاملات میں قول فیصل مانتے تھے، جیساکہ اُنھوں نے فإن تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول کی تفسیر میں حضرت عطا بن ابی رباح سے نقل کیا ہے، اور عبداللہ بن مبارک کی سند سے بیان کیا ہے کہ عمران بن حصینؓ نے ایک شخص کو جو بحث ومباحثہ کر رہا تھا، احمق بتا کر کہا:

أتجد فی کتاب اللہ الظہر اربعاً لا تجہر فیہا بالقراءۃ، ثم عدّد علیہ الصلوۃ، والزکوۃ، ونحو ھذا، ثم قال: أتجد فی کتاب اللہ مفسّراً، ان کتاب اللہ ابہم ھذا وان السنۃ تفسّرہ۔ [۴۵]

کیا تم قرآن میں دیکھتے ہو کہ ظہر چار رکعت ہے اور اس میں جہری قرأت نہ کرو۔ پھر اُنھوں نے اسی طرح دیگر نمازوں اور زکوۃ وغیرہ کو گنا کر کہا کہ کیا تم قران میں ان کے بارے میں تفصیل پاتے ہو؟ قرآن نے ان باتوں کو مجمل طور سے بیان کیا ہے، اور حدیث ان کو مفصل طور سے بیان کرتی ہے۔

یحیی بن آدم حدیث کی روایت میں سندِ عالی کا بہت اہتمام کرتے تھے، اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے۔ حسین بن عبدالاوّل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یحییٰ بن آدم نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کو یہ حدیث اس سند کے ساتھ یاد ہے؟ عن سفیان، عن ابن جریج، عن ابی الزبیر، عن جابر، قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصُبرۃ من الطعام بالصُبرۃ لا یُدریٰ ما کیلُھا؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو کہا: ویحك، قبیصۃ (یہ تمھارے بارے میں قابلِ افسوس ہے، تم قبیصہ کے پاس جاؤ) چنانچہ میں نے قبیصہ کے یہاں جا کر براہ راست ان سے اس حدیث کی روایت کی۔ [۴۶]

یہ بزرگ ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد بن سفیان سوائی کوفی متوفی ۲۱۳ھ ہیں، جن کے بارے

---

[۴۵] جامع بیان العلم، ج: ۲، ص ۱۹۱

[۴۶] المحدث الفاصل ص: ۲۱۳۔

میں یحییٰ بن آدم نے کہا ہے کہ قبیصہ مجھ سے دو سال چھوٹے ہیں ۔

ان کے شیخ سفیان ثوری حدیث کی روایت بالمعنی کے قائل تھے، جیسا کہ خود انھوں نے بیان کیا ہے :

یحییٰ بن آدم قال : سمعت سفیان الثوری یقول : انما نحدثکم بالمعانی۔[۴۷]

میں نے سفیان ثوری کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ہم تم لوگوں سے احادیث کی روایت بالمعنی کرتے ہیں ۔

یحییٰ بن آدم بھی اس کو جائز سمجھتے تھے اور اس پر ان کا عمل بھی تھا ۔ کتاب الخراج میں میں ایک مقام پر سفیان ثوری کا قول نقل کرکے لکھا ہے ۔

حدثنا ابن مبارکؒ عن ابی حنیفة مثل معنی حدیث سفیان۔[۴۸]

سفیان کے قول کے معنی کے مثل ابوحنیفہ کا قول ابن مبارکؒ نے ہم سے بیان کیا ہے ۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

وحدثنا اصحابنا عن الاجلح عن الشعبی مثله واختلفوا فی الکلام والمعنی واحد۔[۴۹]

اسی کے مثل ہمارے شیوخ نے اجلح سے امام شعبی کا قول نقل کیا ہے، الفاظ میں اختلاف ہے مگر معنی ایک ہے ۔

روایت بالمعنی کو جائز سمجھنے کے باوجود حتی الامکان روایت باللفظ کا اہتمام کرتے تھے اور الفاظ میں شک و شبہ ہوتا تو اس کو ظاہر کر دیا کرتے تھے ۔ ایک جگہ سفیان بن عُیینہ کی سند سے حضرت مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے :

ایما مدینة اُخذت عنوة فاُسلم اھلھا قبل ان یقتسموا فھم احرار، واموالھم للمسلمین ۔

---

[۴۷] المحدث الفاصل ص : ۵۳۵

[۴۸] کتاب الخراج ص : ۴۷

[۴۹] ایضاً ص : ۱۵۶

اس کے بعد معاً لکھتے ہیں۔

قال یحیٰی: وسمعتُ سفیان یشکُّ فی بعض هذا الحدیث مرّةً۔[۵۰]

میں نے سفیان بن عُیینہ کو بعض مرتبہ بعض الفاظ میں شک کرتے ہوئے سُنا ہے۔

بہت سے محدثین شدتِ احتیاط کی وجہ سے کتاب اور صحیفہ سے روایت کے مقابلے میں حفظ سے زبانی روایت کو بہتر سمجھتے تھے۔ یحییٰ بن آدم کا بھی یہی مسلک تھا۔ انھوں نے حسن بن صالح سے حسن بن عبیداللہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابراہیم نخعی سے ایک حدیث کے بارے میں مذاکرہ کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ میں نے یہ حدیث اسی طرح ایک صحیفے میں دیکھی ہے۔ یحییٰ بن آدم اس واقعے کو بیان کر کے لکھتے ہیں:

قال یحیٰی: کانوا یضعّفون مایوجد فی الکتب۔[۵۱]

محدثین ایسی حدیث کی تضعیف کرتے ہیں جو کتابوں میں پائی جائیں۔

اس کی تفصیل اصول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

محدثین احادیث کے مذاکرے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو اس علم کی روح بتاتے ہیں۔ یحییٰ بن آدم نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔

تذاکروا الحدیث فان حیاته مذاکرته۔[۵۲]

آپس میں حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیونکہ اس میں اس کی بقا ہے۔

یحییٰ بن آدم فقیہ

یحییٰ بن آدم فقہائے محدثین میں امتیازی مقام کے مالک تھے، اور تحدیث و روایت کے ساتھ تفقہ اور کتاب و سنت سے مسائل کے استخراج میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کے تفقہ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ یعقوب بن شیبہ نے ان کو فقیہ البدن بتایا ہے۔ ابوحاتم نے کان یتفقہ، ابن حبان نے کان متقنا یتفقّه، ذہبی اور ابن عماد نے

[۵۰] ایضاً ص: ۴۷ و ۴۸۔

[۵۱] المحدث الفاصل ص: ۱۲۲

[۵۲] " ص: ۵۴۶

الفقیہ لکھا ہے، اور جس طرح احادیث کے تمام سلسلے کوفے میں ان کی ذات پر ختم تھے، اسی طرح فقہ و فتوے کے سلاسل بھی ان پر ختم تھے اور وہ حدیث و فقہ کے مجمع البحرین تھے، جیسا کہ ذیل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

امام ابن قیمؒ نے اعلام المُوقعین میں لکھا ہے کہ امت میں فقہ و فتوی کا علم ان چار سلسلوں سے پھیلا ہے۔ (۱) اصحابِ عبداللہ بن مسعودؓ (۲) اصحابِ زید بن ثابتؓ (۳) اصحابِ عبداللہ بن عمرؓ (۴) اصحابِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ عام طور سے لوگوں نے ان ہی چاروں صحابہ کے شاگردوں سے علم سیکھا ہے۔ اہلِ مدینہ کا علم اصحابِ زید بن ثابت اور اصحابِ عبداللہ بن عمر سے، اہلِ مکہ کا علم اصحابِ عبداللہ بن عباس سے، اور اہلِ عراق کا علم اصحابِ عبداللہ بن مسعود سے ہے۔ اس کے بعد بڑے بڑے شہروں کے اربابِ فقہ و فتویٰ کا ذکر کیا ہے، جن میں تابعین، تبع تابعین، اور ان کے تلامذہ شامل ہیں، چنانچہ وکان من المفتین بالکوفۃ (کوفے کے مفتیوں) کے ذیل میں فقہائے مفتیین کا نام درجہ بدرجہ لیا ہے، اور آخر میں حسن بن صالح بن حیؒ کے دو شاگردوں پر یہ فہرست ختم کردی ہے۔ ایک حمید بن عبدالرحمٰن رؤاسی، اور دوسرے یحییٰ بن آدم قرشی۔ وہ لکھتے ہیں:

واصحاب سفیان الثوری کالاشجعی، والمعافی بن عمران، وصاحبی الحسن بن حیؒ الرؤبی (الرؤاسی) ویحیی بن آدم،[۵۳]

کوفے کے اصحابِ فقہ و فتویٰ میں آخر میں سفیان ثوری کے تلامذہ تھے، عبید اشجعی، معافی بن عمران اور حسن بن صالح بن حیؒ کے دو شاگرد، ایک رؤاسی، دوسرے یحییٰ بن آدم۔

نیز ابن حزم نے الاحکام فی اصول الاحکام میں یحییٰ بن آدم کو کوفے کے آخری فقہا میں شمار کیا ہے۔ انھوں نے فقہاء الکوفۃ بعد الصحابہ رضی اللہ عنہم کے ذیل میں یہاں کے اہل فقہ و فتویٰ کے نام گنائے ہیں اور آخر میں لکھا ہے:

وصاحبی الحسن بن حیؒ، حمید الرواسی، ویحیی بن اٰدم، وقوم من اصحاب الحدیث

---

[۵۳] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلام المُوقّعین ج ۱، ص: ۱۶ تا ص: ۲۱

لم یشتھروا بالفتیا[۵۴]

یہاں کے آخری صاحب فقہ و فتویٰ حسن بن صالح بن حیؒ کے دو شاگرد، حمید رؤاسی اور یحییٰ ابن آدم تھے۔ نیز محدثین کی ایک جماعت تھی جو اس میں مشہور نہ ہوسکی۔

ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں اہل کوفہ کے فقہا و مفتیین کا ذکر کرکے آخر میں حسن بن صالح اور عبداللہ بن مبارک کا نام درج کیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے **وسائر الفقھاء الکوفیین**[۵۵] جن میں یحییٰ ابن آدم بھی شامل ہیں۔

اس دور میں فقہا و محدثین اپنے اپنے اصول کے مطابق کتاب و سنت سے فتویٰ دیتے تھے اور جن مسائل میں ضرورت ہوتی تھی قیاس و اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ اس طرح متعدد فقہی مکاتب صدیوں تک رائج رہے، چنانچہ سفیان ثوری، حسن بصری، عبداللہ بن مبارک، اوزاعی، مکحول وغیرہ ائمۂ فقہ و حدیث کے فقہی آرا و اقوال ان کے تلامذہ کے ذریعے عام ہوئے اور مدتوں میں ان پر عمل ہوتا رہا۔ یحییٰ بن آدم اس بارے میں حسن بن صالح بن حیؒ سے زیادہ متاثر تھے اور ان کے فقہی مسلک کو دوسرے پر ترجیح دیتے تھے، اسی لیے ان کو صاحب حسن بن صالح کہا گیا۔

ان حضرات میں جمود و خمود نہیں تھا۔ وہ اپنی فقیہانہ و مجتہدانہ صواب دید سے کام لیتے تھے، اور بہت سے مسائل میں اپنے شیوخ سے اختلاف بھی کرتے تھے، جیساکہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں امام محمد بن حسن شیبانی، اور امام ابویوسف وغیرہ نے بہت سے مسائل میں اپنے شیخ سے اختلاف کیا ہے، اس کے باوجود وہ فقہ حنفی کے ترجمان اور ناشر ہیں۔ اسی طرح یحییٰ بن آدم اپنے شیخ حسن بن صالح اور دیگر شیوخ کے فقہی مسلک پر عمل کرنے کے باوجود ان سے اختلاف کرتے ہیں، جس سے ان کی فقہی بصیرت اور مجتہدانہ شان معلوم ہوتی ہے۔ یحییٰ بن آدم کے شیوخ میں عبداللہ بن ادریس اودی کوفی متوفی ۹۲اھ بڑے پایے کے صاحب علم و فضل ہیں۔ علمائے کوفہ میں ابن ادریس نبیذ کو حرام سمجھتے تھے، اور ان کے شاگرد یحییٰ بن آدم اس کی حلت کے قائل تھے۔

---

۵۴ الاحکام فی اصول الاحکام ج: ۵، ص: ۱۰۰

۵۵ جامع بیان العلم ج: ۲، ص: ۶۲

ایک مرتبہ استاد اور شاگرد میں اس موضوع پر مجلس مباحثہ منعقد ہوئی اور شاگرد نے اُستاد سے کھلم کھلا اختلاف کیا۔

مشہور نحوی عالم ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق زجاّجی متوفی ۳۴۰ھ نے مجالس العلما میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ادریس اودی نبیذ کی حرمت کے قائل تھے۔ ایک دن اُنھوں نے خواہش ظاہر کی کہ کوئی فقیہہ اس مسئلے میں مجھ سے مناظرہ کرے، اور میں اس کو نبیذ کی حرمت کا قائل کروں۔ جب یحییٰ بن آدم کو اس کی خبر لگی تو ان کی خدمت میں پہنچے، اور استاد شاگرد میں یوں گفتگو ہوئی۔

ابن ادریس : تم نبیذ کی حلت کی حدیث پیش کرکے اس کی حرمت کی حدیث چھوڑ رہے ہو، کیا تم اس بات کے قائل نہیں ہو کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے؟

ابن آدم : ہاں میں اس کا قائل ہوں۔

ابن ادریس : ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو نبیذ کے نو جام پینے پر بھی مدہوش نہ ہو؟

ابن آدم : ایسی صورت میں نبیذ حلال ہے۔

ابن ادریس : اگر وہ شخص دسواں جام پی کر مدہوش ہو جائے؟

ابن آدم : اس صورت میں نبیذ حرام ہے، اگر پہلے کے نو جام نہ ہوتے تو دسویں جام سے نشہ نہ ہوتا۔

ابنِ ادریس : اچھا اب ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو، جس کے چار بیویاں ہوں، کیا وہ پانچویں عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

ابن آدم : نہیں۔

ابن ادریس : پہلے کی چار بیویاں اس کے لیے حلال ہیں؟

ابن آدم : ہاں، اگر چار بیویاں نہ ہوتیں تو پانچویں بیوی حرام نہ ہوتی۔

ابنِ ادریس : تم نے مجھے دھوکہ دیا۔

ابنِ آدم : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الحرب خدعۃ"، [۵۶]

---

[۵۶] مجالسِ العلماء زجاجی ص ۱۷۰

کتاب الخراج میں جگہ جگہ اپنے شیوخ اور علمائے متقدمین کے اقوال و آراء سے اختلاف کرکے مجتہدانہ شان کے ساتھ اپنا مسلک بیان کیا ہے، چنانچہ خراجی زمین کی پیداوار کی بحث میں لکھتے ہیں :

ولیس فی شیء من ہذہ الاحادیث الاخراج" وحدہ، قال یحییٰ: ذلک عندنا [۵۷]

ان تمام اقوال میں صرف خراج کا ذکر ہے اور یہی ہمارا مسلک ہے۔

حضرت عکرمہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر گیہوں اور جو ملا کر نصاب پورا ہوجائے تو دونوں کو یکجا کرکے زکوٰۃ نکالی جائے۔ راوی معمر کہتے ہیں کہ میں نے ایوب سختیانی سے اس کو بیان کیا تو انھوں نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :

قال یحییٰ: وقد قال بعضھم: ماکان یکال فھو بمنزلۃ الدنانیر والدراھم یجمع احدھما الی الاٰخر، مثل قول عکرمۃ ھذا، قال یحییٰ: ولا یعجبنا ھذا القول [۵۸]

بعض علما نے کہا ہے کہ جو چیز ناپی تولی جاتی ہے وہ بمنزلہ دینار و درہم کے ہے، عکرمہ کے قول کے مطابق ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ یہ قول ہم کو پسند نہیں ہے۔

ایک جگہ عطا خراسانیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سبزی ترکاری اور ہر قسم کے میوے میں عُشر نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک روایت نقل کی ہے کہ امام شعبیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ پھر لکھتے ہیں :

قال یحییٰ: وما علمتُ احداً امن اصحابنا یعرف ھذا من قول الشعبی، وقد سمعنا عنہ خلافہ، وھو فی ھذا الکتاب۔ [۵۹]

میں اپنے شیوخ میں سے کسی کو نہیں جانتا جو شعبی کے اس قول کو جانتا ہو۔ بلکہ ہم نے شعبی کے بارے میں اس کے برعکس سُنا ہے، جو اس کتاب میں موجود ہے۔

اور آگے چل کر امام شعبیؒ کے چار اقوال نقل کیے ہیں جو اس قول کے خلاف ہیں۔

---

۵۷ کتاب الخراج، ص: ۱۶۸۔

۵۸ ایضاً ص: ۱۶۰۔

۵۹ ایضاً ص: ۱۴۵، ص: ۱۵۱، ص: ۱۵۲

غیر مسلم حربی تاجر سے دارالاسلام میں عشر وصول کرنے کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

قال یحییٰ : وھو عندی ما دام یتردد فی ارض الاسلام فلا یعشر ماله الا مرة واحدة ، ما دام فی الحول ، فان خرج الی ارض الحرب و دخل مرة اخری بامان قبل الحول فانه یؤخذ منه ، وان کثر فی السنة مراراً ، لانه اذا دخل ارض الحرب فقد انقطع ما کان فیه ، فان خرج فهو بمنزلة من لم یخرج قط ۔[۱۲۵]

میرے نزدیک وہ ایک سال کے اندر جب تک دارالاسلام میں گھومتا پھرتا رہے تو اس کے مال سے ایک مرتبہ عشر لیا جائے گا ، اور اگر دارالحرب میں جاکر دوبارہ دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا سال گزرنے سے پہلے تو اس سے پھر عشر وصول کیا جائے گا ، اگرچہ اس طرح بار بار دارالحرب اور دارالاسلام آئے جائے ۔ کیونکہ جب وہ دارالحرب میں داخل ہوگیا تو سابقہ معاملہ ختم ہوگیا ۔

کتاب الخراج کی ان چند داخلی شہادتوں سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ یحییٰ بن آدم فقہ و فتویٰ میں اجتہادی حیثیت کے مالک تھے ۔ اور کوفے کے مشاہیر فقہا میں ان کا شمار ہوتا تھا ، ویسے اصولی طور سے وہ تفقہ میں اپنے شیخ حسن بن صالح سے زیادہ قریب اور متاثر تھے ، جیسا کہ ابن حزم اور ابنِ قیم نے تصریح کی ہے ۔

یحییٰ بن آدم مصنف

دوسری صدی کے وسط میں ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان پورے عالم اسلام میں فقہی ترتیب و تبویب پر احادیث و آثار کی تدوین و تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا اور علمائے اسلام نے اپنی اپنی مرویات کے صحیفوں اور کراسوں کو کتابی شکل میں مدوّن کیا ۔

ان مصنفین میں سفیان ثوری ، سفیان بن عُیینہ ، عبداللہ بن مبارک ، وکیع بن جرّاح ، ہشیم بن بشیر ، یحییٰ بن آدم کے شیوخ میں سے ہیں ۔ آگے چل کر شاگردوں نے بھی اپنے اساتذہ کے انداز میں کتابیں تصنیف کیں ، چنانچہ علی بن مدینی نے اپنے میصرانہ بیان میں پہلے طبقے کے چھ ائمہ کا ذکر کرکے لکھا ہے :

---

[۱۲۵] ایضاً ص ۱۷۲ ، ص ۱۷۳

ثم صار علم ہؤلاء الستۃ الی اصحاب الاصناف ممن صنف[61]

پھر ان کے چھ حضرات کا علم اصحاب تصنیف علما کے مختلف صنفوں کی طرف منتقل ہوگیا۔

اس کے بعد درجہ بدرجہ ان مصنفین کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں یحییٰ بن آدم کا نام لیا ہے۔

اسی طرح قاضی حسن بن عبدالرحمن رامہرمزی متوفی ۲۶۰ھ نے المحدث الفاصل کے آخر میں المصنفون من رواۃ الفقہ فی الامصار کے ذیل میں ابتدائی دور کے مصنفین کا ذکر کرکے علی بن مدینی کے حوالے سے آخر میں یحیی بن آدم کا نام لیا ہے۔[62]

ان کے سوانح نگاروں نے ان کی تصنیفی خدمات کا خاص طور سے تذکرہ کیا ہے، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں صاحب التصانیف، العبر میں وصنف التصانیف، نووی نے وھو من العلماء المصنفین، ابن عماد نے وصنف التصانیف، وکان اماماً علامۃً من المصنفین لکھا ہے۔ ابن ندیم نے الفہرست میں ان کے تذکرہ میں ان کی کتابوں کے نام لکھے ہیں (۱) کتاب الفرائض، اس کے بارے میں لکھا ہے کبیر یعنی بڑی کتاب ہے (۲) کتاب الخراج (۳) کتاب الزوال،[63] اور الکتب المولفۃ فی احکام القرآن کے باب میں (۴) کتاب مجرد احکام القران لیحیی بن آدم لکھا ہے،[64] داوُدی نے طبقات المفسرین میں احکام القرآن کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔[65]

اب تک یحیی بن آدم کی ان چار کتابوں کا پتا چل سکا ہے، ان میں سے صرف کتاب الخراج ہم تک پہنچ سکی ہے۔ اس کتاب کو ہر زمانے میں علما و محدثین کے نزدیک بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور اس کے ذریعے مصنفین نے اپنی کتابوں میں یحییٰ بن آدم سے خوشہ چینی کی ہے۔

---

[61] علل الحدیث و معرفۃ الرجال، ص: ۲۴

[62] المحدث الفاصل، ص: ۶۱۱ و ص: ۶۲۰،

[63] الفہرست، ص: ۳۱۷

[64] ایضاً ص: ۵۷

[65] طبقات المفسرین ج: ۲، ص: ۳۶۱

آیندہ ہم اس کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

یحییٰ بن آدم جامع الاوصاف

یحییٰ بن آدم حدیث، فقہ و فتویٰ، تفسیر، قراءت اور تصنیف میں جامعیت و ثقاہت کے ساتھ ذاتی طور سے بھی جامع الاوصاف بزرگ تھے۔ صغر سنی کے زمانے سے ہی دینی و علمی شہرت میں اوج کمال کو پہنچ گئے تھے، اور دینی علوم کے حسنات و برکات کا ظہور ان کے چہرے بشرے اور رفتار و گفتار سے ہونے لگا تھا۔ عقل و فہم، حلم و بُردباری اور بے تعصبی، کشادہ دلی کا حال یہ تھا کہ اپنے دور کے عالم اسلام کے عظیم فتنۂ خَلقِ قرآن میں ان کا نام تک نہیں ملتا ہے اور وہ اس ابتلا سے دُور رہے، یہ ان کی دور اندیشی اور فہم و فراست کی دلیل ہے۔ ان کے دور میں عراق طرح طرح کے فتن و حوادث کی آماجگاہ تھا، اعتزال، ارجا، جبر و قدر وغیرہ کے فکری اور ذہنی فتنوں نے اہل علم کو مختلف طبقوں میں بانٹ دیا تھا، مگر ان میں بھی یحییٰ بن آدم کسی گروہ کے ساتھ نظر نہیں آتے ہیں۔ فتنۂ معاصرت سے بھی ان کا دامن پاک تھا۔ سلامتیٔ طبع کا یہ حال تھا کہ اپنے اساتذہ و شیوخ تک سے دینی مسائل میں اختلاف کے باوجود علمی وقار اور ادب و احترام کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں شہادت دی ہے۔ وکان عاقلا، حلیماً یعنی وہ عقلمند اور بردبار بزرگ تھے۔ عجلی نے بھی ان کو عاقل کی صفت سے یاد کیا ہے، اور یعقوب بن شیبہ نے فقیہ البدن بتایا ہے۔

وفات

یحییٰ بن آدم نے پوری زندگی خالص علمی اور دینی انداز میں بسر کی، اور اسی حال میں مامون کے دورِ خلافت میں نصف ربیع الاوّل ۲۰۳ھ میں مقام فم الصلح میں انتقال کیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔

توفی بفم الصلح فی النصف من شهر ربیع الاول سنة ثلاث ومائتین فی خلافة المامون [۲۶]

---

[۲۶] طبقات ابن سعد ج: ۶، ص: ۴۰۲۔

یحییٰ بن آدم نصف ربیع الاوّل ۲۰۳ھ میں بمقام فم الصلح خلیفہ مامون کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

ان کے تمام تذکرہ نگاروں نے یہ سنِ وفات بیان کیا ہے۔[۶۷]

ایک روایت کے مطابق ان کی نماز جنازہ مامون کے وزیر حسن بن سہل نے پڑھائی فم الصلح (بکسر الصاد) دریائے دجلہ اور شہر واسط کے درمیان ایک شہر تھا۔ ان کی صامت اولاد میں چار کتابوں کے نام ملے ہیں، مگر کسی ناطق اولاد کا پتا نہ چل سکا۔ افسوس کہ ان کے سوانح نگاروں نے چند اساتذہ و تلامذہ کے نام اور ان کے بارے میں صرف اقوال و آرا بیان کیے ہیں، ذاتی حالات سے تعرض نہیں کیا ہے جیسا کہ اس مقالے سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

کتاب الخراج

یہ کتاب اپنے موضوع پر اہم ہونے کے باوجود نادر الوجود رہی ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے: اخبرنا الشیخ ابو عبداللہ الحسین بن علی بن احمد بن البسری۔ احسن اللہ توفیقہ۔

قال: اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحیی بن عبد الجبار السکری فی المحرم سنۃ ست عشرۃ و اربعمائۃ، قال: اخبرنا ابو علی اسمٰعیل الصفار۔ قراءۃً علیہ۔ قال: حدثنا ابو محمد الحسن بن علی بن عفان الکوفی، قال: حدثنا یحیی بن آدم بن سلیمان القرشی، قال: حدثنا الحسن بن صالح، قال الخ۔

ابو عبداللہ حسین بن علی بن احمد بن محمد بُسری بندار بغدادی متوفی ۴۹۷ھ کا تذکرہ مجھے نہ مل سکا، العبر اور الاکمال سے نام و نسب مل سکا ہے۔[۶۸]

ابو محمد عبداللہ بن یحیی سُکری بغدادی متوفی صفر ۴۱۷ھ نے اسمٰعیل صفار اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی، صدوق و ثقہ محدث تھے۔[۶۹]

---

۶۷ تاریخ خلیفہ ج: ۲، ص ۷۶۶، المعارف ص: ۲۲۵، تاریخ کبیر ج ۴، قسم: ۲، ص: ۲۶۲، فہرست ابن ندیم ص: ۳۱۷، تذکرۃ الحفاظ ج: ۱، ص: ۳۲۸، تہذیب التہذیب ج ۱۱، ص ۱۷۶

۶۸ العبر ج: ۲، ص: ۳۴۴، و حاشیہ الاکمال ج: ۱، ص: ۴۸۶۔

۶۹ العبر ج ۳، ص ۱۲۵

ابوعلی اسمٰعیل بن محمد صفّار نحوی بغدادی صاحب المبرّد متوفی محرم ۳۴۱ھ، نہایت ثقہ اور بزرگ محدث تھے ۔

اُنھوں نے سکری کے علاوہ حسن بن عرفہ عبدی، اور عباس دوری وغیرہ سے روایت کی اور ان سے دارقطنی اور ابن ازقویہ نے روایت کی، طویل عمر پائی تھی، چوراسی رمضان کے روزے رکھے۔[۵۰]

ابومحمد حسن بن علی بن عفان عامری کوفی متوفی صفر ۲۷۰ھ نے یحییٰ بن آدم کے علاوہ عبداللہ بن نمیر اور ابو اسامہ وغیرہ سے روایت کی، اور ان سے ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے روایت کی، ثقہ و صدوق محدث تھے۔[۵۱]

اس کتاب کو علما و محدثین کے نزدیک بہت اہمیت حاصل رہی ہے اور مصنفین نے اپنی کتابوں میں اس سے استفادہ کیا ہے، اس کے باوجود نادرالوجود اور کم یاب رہی ہے ۔ چوتھی صدی میں بُسری نے بغداد میں اس کی روایت کی، اور اپنے تلامذہ کو اس کا درس دیا، اور پانچویں صدی ۴۱۶ھ میں سُکری اس کے راوی تھے ۔ اس کے ایک سال بعد، ۴۱۷ھ میں ان کا انتقال ہوگیا ۔ اس کے بعد چھٹی صدی میں ابوالحسن دہیل بن علی بن منصور بغدادی مشہور بابن کارہ متوفی ۵۹۹ھ نے بغداد میں اس کی تدریس و روایت عام کی، اور علمائے بغداد کو ان کی بدولت یہ نادر کتاب ملی، ذیل طبقات الحنابلہ میں ان کے حال میں لکھا ہے:

قال الشیخ موفّق الدین المقدسی: کان فقیهًا من فقهاء اصحابنا، وکان یحضر فی حلقة الفقهاء فی جامع المنصور یوم الجمعة، وکان شیخًا صالحًا اتی بکتاب الخراج یحیی بن ادم۔[۵۲]

شیخ موفق الدین مقدسی کا بیان ہے کہ ابن کارہ ہمارے فقہائے حنابلہ میں سے تھے، جمعے کے دن جامع منصور میں فقہا کے حلقے میں بیٹھا کرتے تھے، نیک اور بزرگ عالم تھے، اُنھوں

---

۵۰ العبر ج: ۲، ص: ۲۵۶، المنتظم ج: ۶، ص: ۳۷۱ ۔

۵۱ العبر ج: ۲، ص: ۴۴، تہذیب التہذیب ج: ۲، ص: ۳۰۱، ص: ۳۰۲ ۔

۵۲ ذیل طبقات الحنابلہ ج: ۱، ص: ۳۲۹ ۔

نے یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج کی تدریس و روایت کی ۔

اس کے باوجود اس کتاب کی ندرت اور نایابی باقی رہی ۔ چنانچہ ساتویں صدی میں امام نووی متوفی ۶۷۶ھ نے سنن ابن ماجہ کے حوالے سے اس کی بعض نادر تحقیقات تہذیب الاسماء و اللغات میں نقل کیں، آٹھویں صدی میں امام ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے اپنے اساتذہ سے اس کی روایت کی۔ تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ بن آدم کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

وقع لنا من عواليه كتاب الخراج له [۵۳]

ان کی اسناد عالیہ میں سے ان کی کتاب الخراج ہم تک پہنچی ہے ۔

اور نویں صدی میں حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ نے کتاب الخراج کی روایت کی اور اپنی تصانیف میں اس سے استفادہ کیا، خاص طور سے فتح الباری میں اس کی بہت سی روایات موجود ہیں ۔

کتاب الخراج کی اہمیت و افادیت

جیسا کہ کہا گیا کتاب الخراج اپنی نُدرت و کم یابی کے باوجود علمائے اسلام کے نزدیک مستند ماخذ تسلیم کی گئی، اور مشاہیر ائمہ و مصنفین نے اس سے اخذ و اقتباس کیا ۔ خاص طور سے زرعی پیداوار اور اس پر عشر کے بارے میں ایک تحقیقی سند کا درجہ رکھتی ہے، اور علما نے ان کے حوالے سے نقل کیا ہے، ہم اس کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔ یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں لکھا ہے:

قال يحيىٰ : وسألت ابا اياس، فقال: البعل، والعثرىٰ والعذى، هوالذى يسقى بماء السماء، قال يحيى : واذا كانت الارض يسقى بعضها فتحا ويُسقى بعضها بالغرب فيخرج فيها كلها خمسة اوساق، فانه يُزكىّ بالحصة، ماسُقى فتحًا فالعشر، وماسقى بالغرب فنصف العشر، والعثرىٰ ما يزرع بالسحاب والمطر فذلك العثرىٰ، والبعل ما كان من الكروم قد ذهب عروقه فى الارض الى الماء فلا يحتاج الى السقى الخمس سنين والست، ويحتمل ان يترك السقى، فهذا البعل، والسيل ماء الوادى اذا سال فاما

---

۵۳ تذکرہ الحفاظ ج: ۱، ص: ۳۲۸

الغیل فھو سیل دون السیل الکبیر، اذا سال القلیل بالماء الصافی، فھو الغیل، والعذی ماء المطر [۴۲]

میں نے ابوایاس سے سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ بعل، عثری، اور عذی وہ زراعت ہے جس کی سینچائی بارش سے ہو، اور جب مزروعہ زمین کا کچھ نالی سے اور کچھ حصّہ ڈول سے سینچا جائے اور اس سے کل پانچ وسق پیداوار ہو تو جو حصّہ نالی سے سینچا جائے اس میں عُشر ہے اور جو حصّہ ڈول سے سینچا جائے اس میں نصف عُشر ہے، اور عثری وہ زراعت ہے جو خاص طور سے بارش کے پانی سے بوئی جائے، اس کو عثری کہتے ہیں اور بَعل انگور کی وہ بیل ہے جس کی جڑیں زمین میں پانی تک پہنچ جائیں جس کی وجہ سے پانچ چھ سال تک سینچائی کی ضرورت نہ پڑے بلکہ یوں ہی چھوڑ دی جائے، اس کو بَعل کہتے ہیں، اور سیل (سیلاب) وادی کا پانی ہے جب بہتا ہو، اور غَیل بڑے سے کم سیل ہے جب کہ اس کا صاف ستھرا پانی تھوڑا تھوڑا بہتا ہو، اور عَذِی بارش کا پانی ہے۔

یحییٰ بن آدم کی یہ تحقیق کئی علما و محدثین نے ان کے حوالے سے اپنی کتابوں میں درج کی ہے۔ ہمارے علم میں سب سے پہلے امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۳ھ) نے اپنی سنن میں معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ مختصر طور سے اس کو یوں نقل کیا ہے:

قال یحییٰ بن اٰدم: البعل، والعثری والعَذِی ....

ھوالذی یسقی بماء السماء، والعثری مایزرع بالسحاب والمطر خاصۃً لیس یصیبہ الّا ماء المطر، والبعل ما کان من الکروم قد ذھبت عروقہ فی الارض الی الماء فلا یحتاج الی السقی الخمس سنین والست، یحتمل ترک السقی، فھذا البعل، والسیل ماء الوادی اذا سال، والغیل دون السیل، [۴۵]

نیز اسی زمانے میں امام ابن ماجہ کے معاصر امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے اپنی سنن میں اس کو ذکر کیا:

---

[۴۴] کتاب الخراج، ص: ۱۲۲، ص: ۱۲۳

[۴۵] سنن ابن ماجہ، باب صدقۃ الزرع، والثمار ص ۱۳۱ ۔

حدثنا الهیثم بن خالد، وابن الاسود، قالا: قال وکیع: البعل الکبوس الذی ینبت من ماء السماء قال ابن الاسود: وقال یحیٰی بن آدم: سألت ابا ایاس الاسدی عن البعل فقال: الذی یُسقی بماء السماء،[۵۶]

اس کے بعد امام نووی متوفی ۶۷۶ھ نے تہذیب الاسماء واللغات میں سنن ابن ماجہ کے حوالے سے اس کو نقل کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام نووی کے پاس کتاب الخراج نہیں تھی، وہ لکھتے ہیں:

(عثر) درویناقی سنن ابن ماجة عن یحیٰی بن آدم انه قال: البعل، والعثری ما یُزرع للسحاب وللمطر خاصةً، لیس یصیبه الّا ماء المطر، والبعل ما کان من الکروم قد ذهبت عروقه فی الارض الی الماء فلا یحتاج الی السقی الخمس سنین والست،[۵۷]

یحیی بن آدم نے کتاب الخراج میں ایک حدیث اپنی سند سے بیان کی ہے، جس کی روایت امام مسلم نے ان کے واسطے سے کی ہے:

حدثنا سفیان بن سعید، عن اسمٰعیل بن امیة، عن محمد بن یحیی بن حبّان، عن یحیٰی بن عمارة، عن ابی سعید، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لا صدقة فی حبٍّ ولا تمرٍ دون خمسة اوسق،[۵۸]

ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انھوں نے اسمٰعیل بن اُمیّہ سے، انھوں نے یحیٰی بن عمارہ سے، انھوں نے ابوسعید خدری سے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ پانچ وسق سے کم دانے اور کھجور میں صدقہ (عُشر) نہیں ہے۔

امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ نے اس حدیث کو اپنی سند سے یوں بیان کیا ہے: وحدثنا اسحاق بن منصور، اخبرنا عبدالرحمن یعنی ابن مھدی، حدثنا سفیان، عن اسمٰعیل بن امیة، عن محمد بن یحیی بن حبّان، عن یحیٰی بن عمارة، عن ابی سعید الخدری، ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لیس فی حَبٍّ ولا تمرٍ صدقة، حتی یبلغ خمسة اوسقٍ، ولا فیما دون ذودٍ صدقة

[۵۶] سنن ابی داؤد باب صدقة الزرع، ج: ۲، ص: ۲۳۲

[۵۷] تهذیب الاسماء واللغات، ج: ۲، ص: ۶۔

[۵۸] کتاب الخراج ص: ۱۳۵ و ص: ۱۳۶

ولا فيما دون خمس اواق صدقة" ۔

اس کے بعد معاً کہا ہے :

وحدثني عبد بن حميد، حدثنا يحيى بن ادم، حدثنا سفيان الثوري، عن اسمٰعيل بن امية بهذا الإسناد مثل حديث ابن مهدي، حدثني محمد بن رافع، حدثنا عبد الرزاق، اخبرنا الثوري، ومعمر عن اسماعيل بن امية بهذا الاسناد مثل حديث ابن مهدي و يحيىٰ بن ادم، غير انه قال بدل التمر ثمر ۔

مجھ سے عبد بن حمید نے بیان کیا، کہ ہم سے یحیی بن آدم نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اسمٰعیل بن امیہ سے اسی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن مہدی کی حدیث جیسی حدیث بیان کی، اور مجھ سے محمد بن رافع نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہ ہم کو سفیان ثوری اور معمر نے اسمٰعیل بن امیہ سے اسی سند کے ساتھ ابن مہدی اور یحیی بن آدم کی حدیث جیسی حدیث کی خبر دی۔ البتہ محمد بن رافع نے تمر (کھجور) کے بدلے ثمر (پھل) کہا ہے۔

امام نووی رح نے لکھا ہے کہ محمد بن رافع عن عبدالرزاق والی روایت میں ثمر بالثاء المثلثہ ہے۔[۷۹]
نیز اس حدیث کو یحیی بن آدم کی روایت سے علامہ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے المحلّٰی میں نقل کیا ہے۔ انھوں نے اپنی دو سندوں سے اس کی روایت کی ہے، ایک کا سلسلہ وکیع بن جراح پر ختم ہوتا اور دوسرے کا یحیٰی بن آدم پر منتہی ہوتا ہے۔ دونوں سندوں کو بیان کرکے لکھا ہے کہ ثم اتفق وکیع ویحیی، کلاهما عن سفيان الثوري، عن اسمٰعيل بن امية، عن محمد بن يحيى بن حبّان، عن يحيىٰ بن عمارة، عن ابي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

ليس فيما دون خمسة اوساق تمر، ولا حبٍّ صدقة،

اس کے بعد معاً لکھا ہے :

قال وكيع في روايته من ثمر، واتفقا فيما عدا ذلك ۔[۸۰]

---

[۷۹] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ مع شرح نووی ج: ۷، ص: ۵۳، طبع مصر ۔

[۸۰] المحلّٰی ج: ۵، ص: ۲۱۹

وکیع نے اپنی روایت میں من تمر (کھجور) کہا ہے، اور وکیع و یحییٰ دونوں اس لفظ کے علاوہ میں متفق ہیں۔

امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ کے معاصر امام اخبار و انساب اور یحییٰ بن آدم کے تلمیذ التلامیذ ابوالحسن بلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے کتاب الخراج کی بہت سی روایات ان کے تلامذہ کے واسطے سے فتوح البلدان میں درج کی ہیں۔ خاص طور سے خیبر، فدک، طائف، نجران، یمن، ہجر، بحرین، بُصریٰ، بصرہ، انبار، عراق، مصر، حیرہ کے واقعات و فتوحات اور قطائع، احوال بنی نضیر، احوال بنی قریظہ، اور رِدّت کے بارے میں پچاسوں روایات یحییٰ بن آدم سے بیان کی ہیں، جن میں سے اکثر و بیشتر حسین ابنِ اسود عجلی سے اور بعض عبداللہ بن صالح، حمید بن ربیع، اور عبدالحمید بن واسع کی روایت سے ہیں، اور یہ سب کتاب الخراج میں موجود ہیں۔

قاضی ابویوسف کی کتاب الخراج، یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج، ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب الاموال، اور بلاذری کی فتوح البلدان کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو ان سب کتابوں میں ایک دوسرے سے اخذ و اقتباس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

حافظ ابنِ حجر نے کتاب الخراج کی روایت کی ہے اور فتح الباری میں اس سے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔ ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں، صحیح بخاری کے "باب العرض فی الزکوٰۃ" میں یہ تعلیق ہے۔

وقال طاؤس: قال معاذ رضی اللّٰه عنه لاهل الیمن: ائتونی بعرض ثیابٍ خمیصٍ اولبیسٍ فی الصدقة، مکان الشعیر والذرة، اهون علیکم وخیر لاصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بالمدینة۔

طاؤس کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اہلِ یمن سے کہا کہ تم لوگ میرے پاس زکوٰۃ میں جَو اور مکئی کی جگہ پانچ گز کا تھان یا سلا ہوا کپڑا لاؤ، یہ صورت تمہارے لیے آسان اور مدینہ میں صحابہ کے لیے بہتر ہے۔

اس پر ابنِ حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے:

وقد روینا اثر طاؤس المذکور فی کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم من روایة ابن عُیینة، عن ابراهیم بن میسرة، وعمرو بن دینارٍ فرّقهما کلاهما عن طاؤس، [۱۵۸]

(حاشیہ اگلے صفحے پر)

طاؤس کے مذکورہ اثر کی روایت ہم سے یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج میں ابن عیینہ سے کی گئی ہے ۔ انھوں نے ابراہیم بن میسرہ اور عمرو بن دینار سے روایت کی اور ان دونوں نے اپنی اپنی روایت میں طاؤس سے بعض الفاظ میں فرق بتایا ہے ۔

کتاب الخراج میں ابراہیم بن میسرہ اور عمرو بن دینار دونوں کی روایت موجود ہے اور دونوں میں معمولی سا فرق ہے ، جس کی طرف ابن حجر نے اشارہ کیا ہے ۔

(۱) حدثنا سفیان بن عیینة ، عن عمرو بن دینار ، عن طاؤس قال: قال معاذ بالیمن : ائتونی بعرض ثیاب آخذہ منکم مکان الذرة والشعیر ، فانه اهون علیکم ، وخیر للمهاجرین بالمدینة ۔

(۲) حدثنا سفیان بن عیینة ، عن ابراهیم بن میسرة ، عن طاؤس ، قال : قال معاذ بالیمن : ائتونی بخمیس اولبیس ، آخذہ منکم مکان الصدقة ، فانه اهون علیکم وخیر للمهاجرین بالمدینه ۔[۸۲]

ان دونوں روایتوں میں ادنیٰ تأمل سے فرق معلوم ہو جاتا ہے ۔

امام بخاریؒ نے "باب من احیا ارضاً مواتاً" میں تعلیقاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے :

وقال عمر : من أحیا ارضا میتةً فهی له ۔

جو شخص بنجر زمین کو قابل کاشت بنائے وہ اسی کی ہے ۔

حافظ ابن حجر نے اس تعلیق کو کتاب الخراج سے یوں موصول کیا ہے ۔

ورُوینا فی الخراج لیحیی بن آدم سبب ذلك فقال : حدثنا سفیان ، عن الزهری ، عن سالم ، عن ابیه ، قال : کان الناس یتحجّرون ۔ یعنی الارض ۔ علی عهد عمر فقال : من احیا ارضاً فهی له ، قال یحیی : کانه لم یجعلها له بمجرّد التحجیر حتی یحییها ۔[۸۳]

---

۸۱ فتح الباری ج : ۳ ، ص : ۳۱۲

۸۲ کتاب الخراج ص : ۱۵۱ ۔

۸۳ فتح الباری ج : ۵ ، ص : ۱۸

یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ ہم سے سفیان نے زہری سے، انھوں نے سالم سے، اُنھوں نے اپنے والد عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ زمین کو گھیر لیا کرتے تھے۔ آپ نے کہا جو شخص زمین کاشت کرے زمین اسی کی ہے، یحییٰ بن آدم نے کہا ہے کہ گویا حضرت عمرؓ نے زمین کو صرف گھیر لینے سے اس کا مالک نہیں بتایا یہاں تک اس کو قابلِ کاشت بنالے۔

یہ روایت کتاب الخراج "باب التحجر" میں موجود ہے اور اس کی سند میں "سفیان بن عُیینہ، عن الزہری، عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ" ہے۔[۵۸۴]

امام بخاری نے اسی باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: من اعمر ارضاً لیست لاحد فھو احق۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسی زمین آباد کرے اور قابلِ کاشت بنالے جو کسی اور کی نہیں ہے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

اس کے سلسلے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس باب میں ابوداؤد طیالسی، ابوداؤد سجستانی، بیہقی، طبرانی، اور یحییٰ بن آدم نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔[۵۸۵]

یہ حدیث کتاب الخراج کے "باب من احیا ارضاً میتۃ" میں یوں ہے، یحییٰ بن آدم قال:

حدثنا عبدالسلام بن حرب، عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ، عن عبدالعزیز بن ابی سلمۃ، عن ابی اسید، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احیا ارضاً میتۃ فھی لہ، ولیس لعرق ظالم حق"۔[۵۸۶]

اسی ضمن میں یحییٰ بن آدم نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک قطعہ زمین کو کاشت کرنے کے بعد چھوڑ دیا، اور دوسرے شخص نے اس پر قبضہ کر لیا، نتیجہ یہ ہوا

---

۵۸۴ کتاب الخراج، ص: ۹۰

۵۸۵ فتح الباری ج: ۵، ص: ۱۹

۵۸۶ کتاب الخراج، ص: ۸۸

کہ دونوں نے اس زمین پر اپنا اپنا دعویٰ کیا اور معاملہ خلیفہ عبدالملک کے پاس لے گئے، عبدالملک نے دونوں کی باتیں سن کر کہا کہ میں اس زمین کا حق دار امیرالمومنین سے سے زیادہ کسی کو نہیں سمجھتا۔ وہاں عُروہ بن زبیر موجود تھے، عبدالملک نے ان سے کہا کہ آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ ان تینوں دعوے داروں میں امیرالمومنین سب سے دُور ہیں، عبدالملک نے اس کی وجہ دریافت کی تو عُروہ نے کہا کہ:

لان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: العباد عبادُ اللّٰہ، والبلاد بلاد اللّٰہ، وَمَن احیا ارضاً میتۃً فھی لہ۔

اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سارے بندے اللہ کے بندے ہیں اور ساری بستیاں اللہ کی بستیاں ہیں، اور جو شخص بنجر زمین کو قابلِ استعمال بنالے وہ اسی کی ہے۔

اس پر عبدالملک نے کہا کہ اس شخص کو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی گواہی دیتا ہے جس کو آپ سے سُنا نہیں ہے، عروہ نے اس کو جواب دیا اور کہا کہ:

اَفاکفرُ واکذّبُ مما لم اسمع منہٗ اسمعتَہ یقول، الظھر اربع، والعصر کذا، والمغرب کذا؟ ان الذین جاؤنا بھذا، ھم جاؤنا بھذا۔[۵۵]

جو بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہے۔ اس کے بیان پر کیا میری تکفیر وتکذیب کی جائے گی؟ کیا تم نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ظہر چار رکعت ہے، اور عصر اتنی رکعت اور مغرب اتنی رکعت ہے؟ جن حضرات نے ہم کو یہ بات بتائی ہے، ان ہی حضرات نے ہم کو یہ بات بھی بتائی ہے۔

ابوداؤد نے اس واقعہ کی حدیث کو اپنی سند سے موصول کرکے یوں بیان کیا ہے: حدثنا احمد بن عبدۃ الاٰملی، نا عبداللّٰہ بن عثمان، نا عبداللّٰہ بن المبارکؒ، نا نافع بن عمر، عن ابن ابی ملیکۃ، عن عروۃ، قال: اشھد ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قضی اَنّ الارضَ ارض اللّٰہ، والعبادَ عباد اللّٰہ، ومن احیا مواتاً فھواحقّ بھا، جاؤ نا بھذا عن النبی

---

[۵۵] کتاب الخراج، ص۹۱

صلی اللہ علیہ وسلم الذین جاؤا بالصلوات عنه ؎۵۸

بعض نادر تحقیقات

یحیی بن آدم نے کتاب الخراج میں کئی نادر تحقیقات کی ہیں جن سے اس کتاب کی اہمیت و افادیت اور بڑھ گئی ہے، اور علما نے اپنی کتابوں میں ان کو بیان کیا ہے، عثری، بعل، عِذی کے متعلق جو معلومات اُنھوں نے بیان کی ہیں ان کے بارے میں گزر چکا ہے، اسی طرح وسق اور صاع کے متعلق محققانہ روایات درج کی ہیں، نیز بعض دوسری نادر باتیں بیان کی ہیں جو اور کتابوں میں نہیں ملتی ہیں یا کم ملتی ہیں، مثلاً "باب ما سقت السماء اوسقی بغرب" کے آخر میں لکھتے ہیں کہ مکہ اور یمن کے درمیان کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں کے لوگ سال میں دو مرتبہ کاشت کرتے ہیں -

ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک فصل ثریّا کے ڈوب جانے کے بعد بوتے ہیں، اور تقریباً پانچ ماہ میں اس کی کٹائی وغیرہ سے فارغ ہو جاتے ہیں - اس کے بعد دوسری فصل مرزم جوزاء یعنی شِعریٰ کے طلوع پر بوتے ہیں - اس میں علَس، مایبہ، سُلت، اور ذرہ کی کاشت کرتے ہیں - علَس چھوٹے دانے کا گیہوں ہے جس کے ہر چھلکے میں دو دانے ہوتے ہیں - مایبہ بھی چھوٹے دانے کا گیہوں ہے - سُلت چھوٹے دانے کا سفید جو ہوتا ہے جس میں چھلکا نہیں ہوتا ہے - اس کی ایک قسم سبزی لیے ہوئے ہے، اور ذرہ (مکئی) گیہوں کے مانند ایک دانہ ہے، جو چاول کی طرح پکایا کھایا جاتا ہے - بعض لوگ چاول کی روٹی کی طرح اس کی بھی روٹی بناتے ہیں، ؎۵۹

یحیی بن آدم کی ایک جغرافیائی تحقیق اہلِ علم کے نزدیک محلِ نظر ہے - اُنھوں نے قُریٰ عربیہ کے نام سے ملک عرب میں ایک خاص بستی بتائی ہے جو اسی نام سے مشہور ہے - کتاب الخراج میں کئی طُرق سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے :

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قُریٰ عربیة وامرنی ان اٰخذ حظ الارض -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قری عربیہ کی طرف بھیجا، اور حکم دیا کہ میں زمین کا حصّہ (عشر) وصول کروں -

---

؎۵۸ سُنن ابی داوٗد، باب احیاء الموات ج ۲، ص : ۸۲

؎۵۹ کتاب الخراج، ج : ۱۲۳

اس کے بعد حضرت سعید بن جبیر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن میں قُریٰ ظاھرۃً سے مراد قری عربیہ ہیں اور اس کو ایک خاص مقام کا نام بتایا ہے۔

قال یحیی: واما قُری عربیة فانه یعنی ارضاً یعینها لقال بها قُریٰ عربیة [۹۰]

قُری عربیہ ایک جگہ کا نام ہے جو اس سے مشہور ہے۔

حالانکہ اس کی تائید و تصدیق سیر و مغازی اور تواریخ و بلدان کی کتابوں سے نہیں ہوتی ہے۔ قرآن حکیم کی سورۂ سبا میں جن قُری ظاہرہ (کھلے ہوئے دیہات) کا ذکر ہے، ان کے بارے میں وہب بن منبہؒ اور ابو مالک نے بتایا ہے کہ یہ صنعا کے قریات اور بستیاں ہیں، اور مجاہد، حسن بصری، سعید بن جبیر، زید بن اسلم، قتادہ، ضحاک بن مزاحم، سُدّی، ابن زید وغیرہ کے نزدیک یہ ملک شام کے قریات ہیں جو یمن سے شام آنے جانے والے قافلوں کی شاہراہ پر واقع ہیں، اور ابن عباس کا قول ہے کہ یہ مدینہ اور شام کے درمیان قُری عربیہ ہیں جن کو قافلے والے جانتے پہچانتے ہیں۔ [۹۱]

قاضی ابو یوسف کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قُری عربیہ (عربی قریات) قُری عجمیہ (عجمی قریات) کے بالمقابل ہیں جن سے کوئی بستی یا مقام مراد نہیں ہے، بلکہ عرب و عجم کی آبادیاں اور بستیاں مراد ہیں۔ خراج اور عشر کی بحث میں خوارج کی غلطی کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

واما الخوارج فانهم اخطاؤا الحجة وجعلوا قُریٰ عربیة بمنزلة قری عجمیة ولم یاخذ وابما اجتمع علیه اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، وقول عمر، وعلی و من اجتمع من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم احسنُ تاویلاً و توفیقاً من الخوارج، [۹۲]

خوارج نے حجت قائم کرنے میں غلطی کی ہے اور قری عربیہ کو بمنزلہ قری عجمیہ کے بتایا ہے، اور اس بارے میں حضرات صحابہ کے اجماع اور حضرت عمر، حضرت علی اور دیگر صحابہ کے قول و اجماع کو نہیں لیا، حالانکہ خوارج کے مقابلے میں حضرات صحابہ دین کے فہم اور اس کی تاویل و توفیق میں خوارج

---

۹۰ کتاب الخراج ص: ۱۶۹ و ص: ۱۷۰۔

۹۱ تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص: ۵۳۳۔

۹۲ کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف، ص: ۷۰

سے زیادہ بہتر اور آگے ہیں ۔

اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابہ بھی قری عربیہ کسی خاص مقام کو نہیں سمجھتے تھے بلکہ نجد سے قریات کی طرح ان کو عرب کے قریات جانتے تھے ۔

یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج کے مقابلے میں بہت مختصر ہے ۔ اصل مطبوعہ کتاب ۱۵۸ صفحات میں ہے ۔ اس میں مذکور احادیث و آثار اور اقوال و آرا کی تعداد ۶۴۰ ہے ۔ سیر و مغازی کے واقعات بہت کم ہیں ۔ اس کا انداز فقہی کتاب کا ہے ۔ فقہائے صحابہ و تابعین ، تبع تابعین اور ان کے تلامذہ کے اقوال و آرا سند کے ساتھ زیادہ بیان کیے گئے ہیں ۔ بہت سے مسائل میں یحییٰ بن آدم نے اپنے شیوخ سے سوال و جواب کیا ہے ۔ کتاب کے چھوٹے چھوٹے چار اجزا ہیں ۔ ہر جز کی ابتدا اخبرنا الشیخ ابو عبد اللہ الحسین بن علی بن احمد بن البسری سے ہوتی ہے ۔ عام طور سے احادیث و آثار اور آرا و اقوال کی ابتدا اخبرنا اسمعیل ، قال حدثنا الحسن ، قال حدثنا یحییٰ بن آدم سے ہوتی ہے ، جس سے بادیٔ النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اسمعیل بن محمد الصفار کی تصنیف ہے ۔ ہر جز کی ابتدا میں پوری سند کا ذکر ہے ۔

الجزء الاوّل اور الجزء الثانی میں کوئی باب یا عنوان نہیں ہے ۔ اس میں غنیمت ، فے ، عُشر ، اور ان سے صلح و معاہدہ ، ذمیوں کی زمین کی خرید و فروخت ، مزارعت اور بنجر زمین اصلاح ، اموال غصب وغیرہ کا ذکر ہے ۔ الجزء الثالث سے باب اور عنوان کا التزام ہے ۔ اس کی ابتدا " باب من الجزیۃ والخراج " سے ہے ۔ اس کے بعد باب القطائع ، باب غرس النخل ، والزرع ، باب من احیا ارضا میتۃ ، باب التحجیر ، باب من بنی او غرس فی ارض قوم بغیر اذنھم ، باب العیون والانھار ، وما ذکر فی بیع فضل الماء ، باب الزکوۃ فی الارض والزرع ، والثمار ، باب ما سقت السماء او سُقی بغرب ہے ، الجزء الرابع میں باب قولہ و اٰتوا حقہ یوم حصادہ ۔ باب الجذاذ والحصاد ، باب فضل التجارۃ والزرع والنخل ، باب مایکرہ ان یعطی فی الصدقۃ ، باب الاوساق ، ومایجب فیہ الزکوۃ ، باب مبلغ کیل الوسق صاعاً و مقدارہ ، باب مقدار الصاع ، باب من قال فیما اخرجت الارض قلیل او کثیر ، الصدقۃ ، باب من قال الصدقۃ فی الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب خاصۃً ولیس فی الخضر صدقۃ ۔ باب من قال مایحیل فی ایدی الناس

مما یکال من الحب ونحوہ ، اور باب میں زراعت کے عُشر وغیرہ کا بیان ہے ۔

اس کو ایک مستشرق عالم جوین بول نے اپنی تصحیح وتعلیق سے ۱۸۹۶ء (۱۳۱۴ھ) لایڈن میں چھاپا تھا ۔ اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں مصر کے مشہور عالم ومحقق استاد ابوالاشبال احمد محمد شاکر نے اپنی تصحیح وتعلیق کے ساتھ مطبع سلفیہ قاہرہ میں چھاپا ۔ سابق طباعت وتحقیق کی تصحیح کی ، احادیث وآثار پر نمبر لگائے اور کتاب کے رجال ورُواۃ کے مختصر حالات لکھے ، اس کے مباحث ومحتویات کی قاضی ابویوسف کی کتاب الخراج ، ابوعبید قاسم بن سلّام کی کتاب الاموال ، بلاذری کی فتوح البلدان وغیرہ میں نشان دہی کرکے بعض مباحث کی حوالوں کے ساتھ تحقیق کی ، اور ۱۶ صفحات کا ابتدا میں مقدمہ لکھا جس میں مصنف اور کتاب کے بارے میں معلومات پیش کیں ۔ فنی فہارس مرتب کرکے آخر میں درج کی ہے ۔